بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (قرآن)

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے کسی مرد کا باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول اور آخری نبی ہے

(حدیث) وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے

ختم نبوّت

از خامہ

صاحب الفضیلت الاستاذ المکرم حضرت مولنا حافظ محمد اعظم صاحب

گوندلوی شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

ناشر ابو النعمان بشیر احمد متعلم میر پوری ساکن ٹربن

بمعاونت مولانا عبد اللہ میر پوری

ملنے کا پتہ :- حافظ محمد صاحب گوندلوی آبادی حاکم رائے

گلی حسن شاہ گوجرانوالہ

تعداد ۱۰۰۰ قیمت ۱۰/

تعارف

ازقلم احمد البرکات مدرس جامعہ اسلامیہ اہلحدیث گوجرانوالہ

اس میں شک نہیں کہ فتنہ (قادیانی) بڑا پرانا فتنہ ہے نبی علیہ السلام کی حیات اقدس ہی میں کئی کذابوں نے نبوت کا دعوےٰ کیا مگر ان کا جلدی ہی سدباب کیا گیا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا آخر کار یہی فتنہ تیرھویں صدی ہجری میں عظیم فتنہ بن کر رونما ہوا یہ امر مسلمہ ہے کہ یہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے جو آج کل ایک فتنے کی صورت اختیار کر چکا ہے ہندوستان میں غلام احمد قادیانی۔ آنجہانی نے نبوت کا دعوےٰ کر کے مسلمانوں کے دلوں سے جوش جہاد کو ختم کرنے کے لیے عزم کیا ہوا تھا تاکہ امت مسلمہ میں تحفظ دین کا مادہ ختم ہو جائے اور اس نے انگریز حکمران کی مدح و ستائش میں لاتعداد کتابیں لکھیں ان میں ایک جگہ رقم طراز ہیں۔ "کہ گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت عین عبادت ہے" ان ناپاک عزائم کے خلاف بہت سے علمائے کرام اور دیگر شخصیتوں نے جہاد کیا اس سلسلہ میں حضرت علامہ حافظ محمد صاحب گوندلوی کی مخلصانہ خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا یہ مختصر مگر جامع رسالہ "ختم نبوت" اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے یہ رسالہ کا دوسرا ایڈیشن مزید اضافہ کے ساتھ منظر عام پر جلوہ گر ہوا ہے اس میں کفر و تکفیر کا مسئلہ لاہوری قادیانی پارٹی کا فرق اور ختم نبوت پر محققانہ بحث انفرادی حیثیت کی مالک ہے جس سے ختم نبوت کی دیگر اکثر کتب محروم ہیں۔

حضرت حافظ علامہ الحاج محمد صاحب گوندلوی کی ذات الاصفات کسی تعارف کی محتاج نہیں کہ آپ فاضل قرآن و حدیث و ماہر تعلیم و تدریس ہیں آپ کی ساری عمر درس حدیث اور علوم اسلامیہ عربیہ میں صرف ہوئی ہے اس سلسلہ میں آپکی شخصیت پاک و ہند میں مسلم ہو کر شہرت عام اور بقائے دوام حاصل کر چکی ہے تمام ہند و پاک میں آپ کے تلامذہ پائے جاتے ہیں جو دین اسلام کی خدمات بطریق احسن سر انجام دے رہے ہیں یہ آپکی لازوال خدمات ہیں جو داد و تحسین سے بالاتر ہیں اب آپ مدرسہ جامعہ اسلامیہ اہلحدیث گوجرانوالہ کے صدر مدرس ہیں ——— آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ حافظ صاحب اور مولوی بشیر احمد میر پوری

مسئلہ ختم نبوت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْمَلَ لَنَا الدِّیْنَ وَاَتَمَّ عَلَیْنَا نِعْمَۃً وَلَمْ یَدَعْ رُبَّمَا مُحْتَاجٌ اِلَیْہِ فِیْ اَمْرِ الدِّیْنِ صَغِیْرًا وَکَبِیْرًا۔ وَاَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَمَا اَرْسَلَہٗ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ الَّذِیْ صَدَقَ اللّٰہُ مَا وَعَدَہٗ۔

امابعد

برادران اسلام کی خدمت میں عرض ہے کہ دین کے مسائل دو قسم کے ہیں (۱) وہ مسائل جن پر امت کا اتفاق ہے (۲) وہ مسائل جن میں اختلاف ہے پہلی قسم کے مسائل میں سے بعض ایسے ہیں جن کو ضروریات دین کہتے ہیں وہ ایسے ہیں جن سے دین کی ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی واقف ہو جاتا ہے جیسے (۱) نمازیں پانچ فرض ہیں۔ (۲) سال بھر میں ایک ماہ کے روزے فرض ہیں (۳) زکوٰۃ فرض ہے (۴) قرآن اللہ کا کلام ہے (۵) حدیث بھی دین کا حصہ ہے (۶) آں حضرت کے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ اور بعض اجماعی مسائل اس قسم کے ہیں کہ ان کی شہرت اس قدر نہیں کہ ان سے ہر ادنیٰ دین کی واقفیت رکھنے والا واقف ہو۔ جیسے رضاعی رشتوں کی حرمت اور بعض اور حرام چیزیں جن کی قرآن میں تصریح ہے اور امت کا اس پر اتفاق ہے مگر ہر شخص کا (جو اسلام سے کچھ بھی مس رکھتا ہو) ان سے واقف ہونا ضروری نہیں۔

ان تین قسم کے مسائل کے الگ الگ احکام ہیں (۱) جن مسائل کو ضروریات دین کہتے ہیں ان کے انکار سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ مسلمان کہلا کر ان کو زیر بحث نہیں لایا جا سکتا مثلاً کوئی شخص نمازوں کی گنتی کے متعلق مسلمان کہلا کر بحث نہیں کر سکتا کیونکہ نمازوں کا پانچ ہونا ضروریات دین سے ہے اسی طرح یہ مسئلہ کہ آنحضرت کے بعد نبوت کسی کو مل سکتی ہے یا نہیں ایک شخص مسلمان کہلا کر اس کو زیر بحث نہیں لا سکتا

(۲) جن مسائل پر امت کا اتفاق ہو مگر وہ ضروریات دین میں داخل نہیں۔ ان کے انکار سے اس وقت تک ایک مسلمان معذور ہو سکتا ہے جب تک اس کو علم نہ ہو علم کے بعد پہلی قسم کی طرح ان کو بھی زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔

(۳) وہ مسائل جن میں اختلاف ہے ان کی دو قسمیں ہیں۔

الف وہ مسائل جن میں ایک طرف صریح دلیل موجود ہو۔ اور دوسری طرف صرف قیاس ہو ان میں حکم یہ ہے جس کو پورے طور پر دلیل کا علم ہو جاوے۔ وہ قیاس کو چھوڑ دے۔

ب۔ وہ مسائل جن میں دونوں طرف صریح دلیل موجود نہیں صرف قیاس ہی قیاس ہے۔ یا غیر صریح دلیل ہے۔ ان میں حکم یہی ہے۔ کہ جس طرف اطمینان ہو اس پر عمل کرے۔

پس ختم نبوت کا مسئلہ اس قسم کا نہیں جس میں اختلاف ہو یا اس کو زیر بحث لایا جا سکے جب ایک شخص مسلمان کہلاتا ہے۔ تو اب اس کے لئے اس مسئلہ میں بحث کرنا جائز نہیں۔ کسی مسئلہ کو زیر بحث لانے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں شک ہو شک کو رفع کرنے کے لئے بحث کرے۔ اس کے دلائل کی دلالت میں بحث کرنا کہ ان کی دلالت قطعی ہے یا ظنی یا دلائل کس قدر ہیں یا فلاں دلیل سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں یہ الگ امر ہے۔

پس کسی مسئلہ کا ضروریات دین سے ہونا الگ امر ہے۔ اور اس کے دلائل میں بحث کرنا کہ ان سے یہ مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں الگ چیز ہے۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ (نمازیں پانچ ہیں) ضروریات دین سے ہے۔ اس میں شک کرنے سے انسان کافر ہو جاتا ہے۔ مگر کسی خاص آیت یا حدیث سے اس کا ثابت کرنا قابل تحقیق ہے اگر کسی خاص آیت کے متعلق کوئی کہے کہ اس سے پانچ نمازیں ثابت نہیں ہوتیں۔ تو اس کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔

پس کسی اتفاقی مسئلہ کے متعلق جو ضروریات دین سے ہو۔ شک کی صورت میں بحث کرنا کفر ہے۔ اور اس کی کسی خاص دلیل کی دلالت میں بحث کرنا اس وقت تک کفر نہیں۔ جب تک اس کی دلالت پر اجماع نہ ہو۔ اجماع کی صورت میں بھی اس وقت کفر ہوگا۔ جب اس کو اس اجماع کا علم ہو۔ پس یہاں تین باتیں یاد رکھنی چاہیئے۔ (۱) جو مسئلہ اجماعی ہونے کے باوجود ضروریات دین سے ہو اس کا انکار کفر ہے۔ (۲) جو مسئلہ اجماعی ہو مگر ضروریات دین سے نہ ہو۔ جب تک ایک شخص کو اس کا علم نہ ہو وہ معذور ہے۔ علم کے بعد اگر انکار کرے تو کافر ہے۔ (۳) جو مسئلہ ضروریات دین سے ہو اس کا انکار تو کفر ہے۔ مگر اس کے دلائل میں کسی خاص دلیل کی دلالت میں شک کرنے سے اس وقت تک انسان کافر نہیں ہوتا۔ جب تک اس دلیل کی دلالت قطعی نہ ہو۔ یا اس پر امت کا اجماع نہ ہو۔ پھر اس کو اس کا علم بھی ہو۔

پس کفر کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) باوجود کفر کے کافر الگ امت نہیں بنتا جیسے بعض اجماعی مسائل جن میں شیعہ و سنی اور خوارج مختلف ہیں اگرچہ یہ اختلاف اصولی اور شدید ہے مگر سب ایک ہی امت کے فرقے ہیں۔

(۲) کفر کے ساتھ کافر الگ امت بن جاتا ہے۔ جیسے ایک نئے نبی کے قائل ہونے سے ختم نبوت کا معروف معنے سے انکار۔

کیونکہ قرآن مجید نے امت کے الگ ہونے کے لئے رسول اور شریعت کے الگ ہونے کا ذکر کیا ہے۔ لِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس) ہر امت کے لئے ایک رسول ہے۔ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَّاحِدَةً (مائدہ ٥) ہر ایک (امت) کے لئے (الگ) شریعت بنائی اگر اللہ چاہتا تو ایک ہی امت کر دیتا (الگ شریعت نہ بناتا)

اس وقت ہمارے زیر نظر مسئلہ ختم نبوت ہے۔

اس مسئلہ پر چند باتیں ذکر ہونگی (۱) یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ (۲) یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔ (۳) قرآن وحدیث سے اس کا ذکر ہوگا (۴) مرزا غلام احمد صاحب کا کیا دعوی ہے محدثیت کا یا نبوت کا۔

(۱) اس مسئلہ پر امت کا اجماع ہے)

مَنِ ادَّعٰى نُبُوَّةَ اَحَدٍ مَعَ نَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ بَعْدَهٗ كَالْعِيْسَوِيَّةِ مِنَ الْيَهُوْدِ الْقَائِلِيْنَ بِتَخْصِيْصِ رِسَالَتِهٖ اِلَى الْعَرَبِ وَكَالْخُرَّمِيَّةِ الْقَائِلِيْنَ بِتَوَاتُرِ الرُّسُلِ اِلٰى فَهٰؤُلَاءِ كُلُّهُمْ كُفَّارٌ مُكَذِّبُوْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَنَّهٗ اَخْبَرَ اَنَّهٗ

جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ کسی کو آپکے عہد میں یا بعد از اں شریک نبوت قرار دے جیسے عیسویہ گروہ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ سچے رسول ہیں مگر آپکی نبوت خطۂ عرب سے مخصوص ہے اور حزمیہ کہتے ہیں کہ رسول متواتر آتے رہینگے پس یہ لوگ سب کفار ہیں اور آنحضرت کو جھوٹا سمجھنے والے ہیں کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے۔ کہ اب خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَلَا نَبِيَّ بَعْدَهٗ وَاَخْبَرَ عَنِ اللّٰهِ اَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّهٗ اُرْسِلَ كَافَّةً لِلنَّاسِ وَاَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى حَمْلِ هٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى ظَاهِرِهٖ وَاَنَّ مَفْهُوْمَهُ الْمُرَادُ دُوْنَ تَاْوِيْلٍ وَلَا تَخْصِيْصٍ فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِ هٰؤُلَاءِ الطَّوَائِفِ قَطْعًا اِجْمَاعًا وَّسَمْعًا۔	کوئی نبی نہیں ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ سب لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں اور امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنے پر محمول ہے اس میں کسی قسم کی تاویل و تخصیص کی گنجائش نہیں پس مذکورہ بالا فرقوں کے کفر میں کوئی شک نہیں۔ اجماع اور نقل سے یہ لوگ دائرہ اسلام سے قطعاً خارج ہیں۔

(شفا قاضی عیاض)

(۲) یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے۔

کیونکہ اس کے انکار پر امت نے کفر کا فتویٰ صادر کیا ہے۔ اس فتوے میں کوئی قید علم وغیرہ کی نہیں لگائی۔ جو مسئلہ ضروریات دین سے ہو۔ اس کا انکار ہر صورت کفر ہوتا ہے خواہ منکر کسی تاویل کی بنا پر انکار کرے یا عناد کی وجہ سے۔

ختم نبوت پر اجماع ہونے پر اعتراض

(۱) امام احمد کا مقولہ ہے کہ اجماع کا مدعی کاذب ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ ختم نبوت پر اجماع ہے خود باطل ہے۔

اس کا جواب

جہاں یہ مقولہ مذکور ہے وہاں اسکا جواب بھی منقول ہے کہ امام احمد کا یہ قول اس حالت پر محمول ہے جب اسکا ناقل ایک ہو۔ یا اس کے حدوث

کا اب دعوے کرے۔

وَقَوْلُ اَحْمَدَ مَحْمُوْلٌ عَلَى انْفِرَادِ اِطِّلَاعِ نَاقِلِهِ اَوْ حَدُوْثِهِ الْاٰنَ فَاِنَّهٗ احْتَجَّ بِهٖ فِیْ مَوَاضِعَ کَثِیْرَۃٍ قَالَ الْاِسْفَرَائِنِیُّ نَحْنُ نَعْلَمُ اَنَّ مَسَائِلَ الْاِجْمَاعِ مِنْ اَکْثَرِ عِشْرِیْنَ اَلْفَ مَسْئَلَۃٍ

امام احمد کا کہنا (کہ اجماع کا دعوی کرنے والا جھوٹا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے۔ کہ جب ایک آدمی اجماع کا دعوی کرے (دوسرے لوگ اس کے ساتھ شریک نہ ہوں) یا امام احمد اپنے زمانہ کی نسبت فرماتے ہیں۔ (وہ بھی اس شخص کے لئے جو کوشش نہ کرے ورنہ مطلق اجماع سے ان کو انکار نہیں) کیونکہ امام احمد نے بہت جگہ اجماع کیساتھ استدلال کیا ہے۔ امام ابو اسحاق اسفرائنی کہتے ہیں۔ کہ ہم جانتے ہیں کہ مسائل اجماع کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے۔ فواتح الا ص ۴۹۴

(۲) ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں نبوت باقی ہے صرف تشریعی بند ہے۔ پس اجماع نہ ہوا۔

جواب (۱) ابن عربی نہ صحابی ہے نا تابعی نہ تبع تابعی ایک متاخر آدمی ہے اگر اس نے کہا بھی ہو تو یہ ان کی جہالت ہوگی کہ ان کو اس مسئلہ پر اجماع کا علم نہیں ابن عربی نے نصوص الحکم میں بہت سے مسائل میں صریح نصوص کی مخالفت کی ہے۔ جیسے مجدد الف ثانی کے مکتوب میں اس کی تصریح موجود ہے۔

(۲) فتوحات میں ابن عربی نے یہ لکھا ہے کہ شریعت میں نبوت کی حقیقت میں تشریع داخل ہے۔ یعنے ہر نبی مشرع ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ وَمَعَ هٰذَا فَلَا يُطْلَقُ اِسْمُ النُّبُوَّةِ وَالنَّبِيِّ اِلَّا عَلَى الْمُشَرِّعِ خَاصَّةً فَحُجِرَ هٰذَا الْاِسْمُ لِخُصُوْصِ وَصْفٍ مُعَيَّنٍ فِی النُّبُوَّةِ وَمَا حُجِرَ الَّتِیْ لَيْسَ فِيْهَا

هٰذَا الوصفُ الخَاصُّ وَاِنْ كَانَ حَجْرُ الْاِسْمِ فَنَتَادَّبُ وَنَقِفُ حَيْثُ وَقَفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسلم

باوجود اس کے نبوت اور نبی کا لفظ صرف اسی پر بولا جائیگا جو شریعت والا ہو۔ اس لفظ نبوت کی ممانعت اسی بنا پر ہے کہ اس میں تشریع کی قید ملحوظ ہے۔ ورنہ اس وصف کے بغیر نبوت کے الحلاق کی ممانعت نہیں۔ آنحضرت نے چونکہ اس لفظ کو اپنے بعد غیر مشرع کے لئے بھی روک دیا ہے اس لئے اب ادب کا تقاضا یہی ہے کہ جہاں آنحضرت ٹھہرے ہیں وہاں ہم ٹھہر جائیں۔

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ لغت کے لحاظ سے نبوت کے معنے پیش گوئی کے ہیں اور شریعت نے اس میں تشریع کی قید بڑھائی ہے۔ پس شریعت کے الفاظ کو ان کے شرعی معانی میں بھی استعمال کرنا چاہیئے اس لئے لغوی معنے کے لحاظ سے اب بھی بعض اولیاء پر نبی کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے کیونکہ شریعت نے جو نبی کی اطلاق کی بندش کی ہے۔ اس سے مراد تشریعی نبوت ہے۔ غیر تشریعی مراد نہیں۔ کیونکہ لغت میں یہ قید ملحوظ نہیں بلکہ لغت میں ہر پیش گوئی کرنے والے کو نبی کہتے ہیں۔ خواہ سچا ہو یا جھوٹا خدا کا نبی ہو یا شیطان کا مگر شریعت میں صرف اسی کو کہتے ہیں۔ جو سچا ہو اور خدا کی طرف سے پیغام لائے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيِّيْنَ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ اللہ تعالیٰ نے خوشخبری دینے اور ڈر سنانے کے لئے نبی بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب نازل کی۔

دوسری جگہ فرمایا وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰى اَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ

ثُمَّ یُحْکِمُ اللّٰہُ اٰیَاتِہٖ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ۔

ہم نے جب کبھی کوئی رسول اور نبی بھیجا تو اس کی امنیت (قرائت) میں شیطان دخل اندازی کرتا پھر اللہ تعالیٰ اور شیطانی آمیزش کو مٹا دیتا ہے۔ اپنی آیات کو محکم فرماتا ہے۔ اللہ علیم اور حکیم ہے۔

ان دونوں آیتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ شریعت میں نبی کے لئے شریعت کتاب و آیات کا ہونا لازمی ہے۔

پس لغوی معنے کے لحاظ سے اگرچہ نبی کا اطلاق کسی ولی صاحب کشف پر ہو سکتا ہے۔ مگر شریعت نے جب اس اطلاق کی ممانعت کردی ہے پس ہم کو بھی یہ لفظ (نبی کا) آنحضرت کے بعد کسی شخص پر نہیں بولنا چاہئے۔

پس ابن عربی کی کلام کا یہ مطلب نکلا کہ نبوت کا اطلاق صرف تشریع پر ہوتا ہے۔ غیر تشریع پر اطلاق شرعی نہیں بلکہ لغوی ہے۔ ان کا یہ مطلب نہیں کہ شرعی غیر تشریعی نبوت شرعی معنے کے لحاظ سے باقی ہے۔ کیونکہ شرعاً اس پر نبوت کا اطلاق درست نہیں۔ بلکہ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ ہم کسی معنے سے یہ لفظ استعمال نہ کریں۔

(۳) ملا علی قاری نے موضوعات میں لکھا ہے۔ اگر عمر اور ابراہیم ابن محمد صلے اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو یہ امر خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتا۔ گویا ملا علی قاری ختم نبوت کے قائل نہیں۔ پس اجماع نہ ہوا

جواب۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ختم نبوت پر امت کا اجماع ہے۔ اور یہ اجماع ملا علی قاری نے بھی نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شرح فقہ اکبر مؤلفہ ملا علی قاری وَدَعْوَى النُّبُوَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا کُفْرٌ بِالْاِجْمَاعِ۔ ہمارے نبی صلعم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔

پس ملا علی قاری اس امر کے قائل ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی ہے۔ مگر خاتم النبیین سے اس کو نہیں نکالتے اس کی دلالت ان کے نزدیک قطعی نہیں۔ کیونکہ یہ عام ہے۔ اور عام کی دلالت میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ قطعی ہوتی ہے۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ظنی ہوتی ہے۔ اس لئے ان کا خیال ہے اگر حضرت عمر اور حضرت ابراہیم نبی بن جاتے تو اس صورت میں اس آیت کے یہ معنے ہوتے کہ آپ ان انبیاء کے خاتم ہیں۔ جو مشرع ہیں۔ اور ملا علی قاری صاحب کے ذہن سے یہ بات نکل گئی کہ عام کے ظنی یا قطعی ہونے کا مسئلہ اس وقت ہے۔ جب کسی عام کے عموم پر اجماع نہ ہو جب اجماع ہو تو عام کی دلالت قطعی ہو جاتی ہے۔

(۲) اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ملا علی قاری بھی بلحاظ لغت نبی اور نبوت کی دو قسمیں مانتے ہوں ایک تشریعی اور ایک غیر تشریعی اور حدیث مو عاش ابراہیم میں نبوت کا لغوی معنے لیا ہو جو غیر تشریعی کو بھی شامل ہے اور آیت میں شرعی معنے لیا ہو جو لغت کے اعتبار سے نبوت تشریعی ہے اور شریعت میں نبوت کی حقیقت بھی یہ ہے۔ پس ان کی کلام کا مطلب یہ ہوا کہ اگر حضرت عمر اور حضرت ابراہیم نبی بن جاتے یعنے لغوی معنے کے لحاظ سے صاحب کشف ہو جاتے تو اس صورت میں ان کی نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتی۔ کیونکہ آیت میں نبی سے مراد مشرع ہے۔ جو نبی کا شرعی معنے ہے۔ وہ شرعی معنے کے لحاظ سے نبوت کو جاری نہیں مانتے۔

بعض وقت یہ شبہ گذرتا ہے۔ کہ جب آیت خاتم النبیین کے معنے معروف پر امت کا اجماع ہے۔ تو اس صورت میں لازم آئے گا۔ کہ ملا علی قاری نے اجماع کی مخالفت کی ہے۔ اور اجماعی مسئلہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔

پس لازم آئیگا کہ ملا علی کافر ہو۔ حالانکہ ان کو لوگ عالم دین خیال کرتے ہیں۔
جواب۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اجماعی مسائل دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو ضروریات دین سے ہیں یا اصول دین سے ہیں۔ ان کے انکار سے تو کفر لازم آتا ہے۔

دوسری قسم وہ مسائل ہیں جو اجماعی ہونے کے باوجود اس قدر بدیہی نہیں کہ ہر شخص ان سے واقف ہو۔ پس ایسے مسائل سے جاہل کو کافر نہیں کہا جاتا بلکہ عالم معاند کو کافر کہا جاتا ہے۔

مجموعہ رسائل و مسائل نجدیہ کے حاشیہ میں سید رشید رضا فرماتے ہیں۔
عُلَمَاءُ الْاُمَّةِ مُتَّفِقُوْنَ عَلٰی اَنَّ الْجَهْلَ بِاُمُوْرِ الدِّیْنِ الْقَطْعِیَّةِ الْمُجْمَعِ عَلَیْهَا الَّتِیْ هِیَ مَعْلُوْمَةٌ مِّنْهُ بِالضَّرُوْرَةِ كَالتَّوْحِیْدِ وَالْبَعْثِ وَاَرْكَانِ الْاِسْلَامِ وَحُرْمَةِ الزِّنَا وَالْخَمْرِ لَیْسَ بِعُذْرٍ لِّلْمُقَصِّرِ فِیْ تَعَلُّمِهَا مَعَ تَوَفُّرِ الدَّوَاعِیْ وَهُمْ مُتَّفِقُوْنَ اَیْضًا عَلٰی عُذْرِ الْعَوَامِّ بِجَهْلِ الْمَسَائِلِ الْاِجْمَاعِیَّةِ غَیْرِ الْمَعْلُوْمَةِ بِالضَّرُوْرَةِ وَهٰذَا التَّفْصِیْلُ هُوَ الَّذِیْ یَنْطِقُ بِهٖ كَلَامُ شَیْخِ الْاِسْلَامِ فِی الْمَوَاضِعِ الْمُخْتَلِفَةِ
رسائل و مسائل نجدیہ ص ۱۷۱

علماء امت کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو امور دین کے قطعی ہیں جن پر امت کا اجماع ہے اور دین کے ضروریات سے ہیں۔ جیسے توحید قیامت ارکانِ اسلام اور زنا اور شراب کی حرمت جو شخص ان کے سیکھنے میں کوتاہی کرے باوجود اس کے کہ اسباب سیکھنے کے کافی ہوں تو وہ جہالت کی بنا پر معذور نہیں سمجھا جائیگا (بلکہ ان میں شک کرنے سے کافر سمجھا جائیگا) نیز علماء اس بات پر بھی متفق ہیں کہ جو مسائل اجماعیہ ہیں

مگر وہ ضروریات دین سے نہیں۔ ان میں عوام کو جہالت کی بنا پر معذور سمجھا جائیگا۔
امام ابن تیمیہ کی کلام سے جو انہوں نے مختلف مقامات میں لکھی ہے یہی ظاہر ہوتا ہے۔ پس اس بنا پر ہم ملا علی قاری کو کافر نہیں کہ سکتے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس آیت کی دلالت پر جو اجماع ہے اس کا ان کو علم نہ ہوا گرچہ نفس مسئلہ ختم نبوت جس پر اجماع وہ خود نقل کر رہے ہیں اس کے وہ قائل ہوں۔

ملا علی قاری کی عبارت کی توجیہ جو ہم نے پہلے دوسرے نمبر میں نقل کی ہے (کہ وہ لغوی معنے کے اعتبار سے نبوت کے باقی رہنے کے قائل تھے نہ اصطلاحی معنے سے) اس لحاظ سے اجماع کی مخالفت کا ان پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا کیونکہ اجماع صرف نبوت کے شرعی معنے کے ختم ہونے پر ہے نہ لغوی معنے کے ختم ہونے پر۔ اور جب انہوں نے خاتم النبیین کی تفسیر میں تشریع کی قید لگا کر یہ ثابت کیا کہ وہ شرعی معنے کے اعتبار سے خاتم النبیین کو عام سمجھتے ہیں تو اب مخالفت اجماع کا اعتراض ان سے اٹھ گیا۔ اگرچہ صحیح بھی ہے۔ کہ ہم کو مطلق نبوت کے ختم ہونے کا اعتقاد رکھنا چاہیئے۔ اس میں تشریع اور غیر تشریع کی بحث میں بڑھ کر عوام کا دماغ پریشان نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ جب ایک لفظ شرعی معنے کے اعتبار سے مشہور ہو چکا ہے۔ تو اب اس کی تقسیم میں لغوی معنے کا لحاظ کرنا جو متروک ہو چکا ہے بالکل لغو طرز عمل ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص صلاۃ کو (جو ایک معروف عبادت (نماز) میں مشہور ہے۔ اور اسی معنے کے اعتبار سے شرعی احکام اس کے متعلق ہیں) اس کی لغوی معنے کے اعتبار سے تقسیم کرے اور کہے کہ اس کے بعض افراد کے لئے وضوء شرط ہے اور بعض کے لئے شرط نہیں جیسے بدوں نماز دعا مانگنا۔ اگرچہ اس کا یہ کہنا فی نفسہ صحیح ہے مگر عرفی محاورات میں

خبط دماغی سے زائد کوئی چیز نہیں ہے۔ ہم نے ختم نبوت کی بحث میں یہ انداز صرف ایک کلام کی توحید کے لئے اختیار کیا ہے۔ ورنہ صحیح یہی ہے۔ کہ ہم کو مطلق ختم نبوت کا لفظ استعمال کرنا چاہئے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے نبوت کا معنے شرعی ہی سمجھا جائیگا۔ تشریع اور غیر تشریع کی بحث میں انہیں پڑنا چاہئے کیونکہ یہ کہنا کہ (نبوت کیلئے شرعی تشریع کی ضرورت ہے) بھی ایک اجتہادی امر ہے۔ ممکن ہے۔ کہ نبوت کیلئے شرعاً بھی تشریع کی ضرورت نہ ہو۔ اور مطلق پیش گوئی سے جو لغوی معنے ہے۔ ایک بلند درجہ مراد ہو جس میں عصمت تو ضروری ہو۔ مگر تشریع نہ ہو۔ اور باقی اولیاء کے جمیع مراتب سے ایک ایسا بلند درجہ ہو جہاں ان کی رسائی نہ ہو۔ میرے ناقص خیال میں نبوت کی اتنی اجمالی تشریح پر ہی اکتفا کرنا چاہئے کیونکہ اس کی حقیقت سے بحث کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ جن لوگوں نے اپنی عقل بافشت سے اس کی حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی ہے وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں کہے جا سکتے۔

(۳) (الف) ختم نبوت کا مسئلہ قرآن مجید کی روشنی میں اللہ تعالیٰ نے جب آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا اس وقت فرمایا یَا بَنِیْٓ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْکُمْ اٰیٰتِیْ فَمَنِ اتَّقٰی وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (اعراف) اے بنی آدم اگر تمہارے پاس تم ہی سے رسول آئیں جو تم پر میری آیتیں بیان کریں۔ پس جو بچ گیا اور اپنی اصلاح کر لی نہ ان پر کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہونگے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدم علیہ السلام کے زمانہ میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ کہ اللہ کی طرف سے رسول آتے رہینگے۔ اور دوسری جگہ فرمایا رسول بنانا اور انسانوں اور فرشتوں سے ان کا انتخاب کرنا صرف اللہ کا کام ہے

اَللّٰهُ يَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (حج) ملائکہ اور انسانوں سے رسولوں کا انتخاب کرنا اللہ کا کام ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اٰل عمران)

اللہ تعالیٰ جس کو چاہے رسول منتخب کرے یا رسولوں سے جس کو چاہے منتخب کرے یعنے انتخاب اللہ کا فضل ہے۔ اسی وعدہ کو مختلف صورتوں میں بیان کیا ہے۔ بعض جگہ ہدایت بھیجنے کا وعدہ ہے۔

اور بعض جگہ غیب پر مطلع کرنے کا ذکر کیا ہے۔ ہدایت اور غیب سے مراد بھی شریعت ہی ہے۔ جو رسولوں کی معرفت آتی ہے۔

اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّیْ هُدًى (بقرہ) اگر تمہارے پاس ہدایت آئے۔

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (جن)

اللہ تعالیٰ اپنے غیب (احکام غیبیہ) پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ مگر جس کو رسول پسند فرمائے۔

یہ وعدہ جو کتابیں ہدایت۔ غیب۔ آیات۔ رسولوں کے بھیجنے کا کیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے پورا کیا۔ اور سب سے آخر ایک جامع واضح اور محفوظ شریعت دے کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور سارے جہان کیلئے ان کی اتباع لازم قرار دی۔ اور قیامت تک کے لئے ان کی شریعت کو واجب الاتباع قرار دیا۔ (عموم رسالت کے دلائل)

(۱) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا) ہم نے تجھے سب لوگوں کے لئے بھیجا ہے۔

(۲) وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء) ہم نے تجھے اس لئے بھیجا ہے کہ سارے جہان پر رحم کریں۔

(۳) تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا

منبع لخیر وبرکات وہ ہستی ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تاکہ سارے جہان کے لئے نذیر بنے۔ (فرقان)

(۴) قُلْ يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (اعراف) کہو اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

(۵) قُلْ لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ وَالْاُمِّيِّيْنَ ءَاَسْلَمْتُمْ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (آل عمران) جن کے پاس آسمانی کتاب ہے اور جن کے پاس نہیں ان کو کہو کیا تم مسلمان ہونے والے ہو اگر مسلمان ہو جائیں تو ہدایت پالینگے۔

(۶) وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ (ھود) جو فریق اس کتاب (قرآن) سے کفر کرے اس کا ٹھکانا آگ ہے یعنے جو مسلمان نہ ہو وہ جہنمی ہے

(۷) قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ۔ (آل عمران)

کہو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو تم سے اللہ محبت کریگا اور تمہارے گناہ معاف کردیگا اللہ بخشنے والا مہربان ہے کہو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اگر وہ پھر جائیں تو اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اگر کوئی فرقہ یا شخص آنحضرت کی مطلقاً اطاعت نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۸) لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ (انعام) میں تم کو ڈراتا ہوں اور ہر اس شخص کو جس کو قرآن پہنچے جس ملک میں قرآن پہنچے یا جس شخص کو پہنچے اس پر ایمان لانا فرض ہو جاتا ہے۔

(۲) دین اسلام کے جامع اور کامل ہونے کے متعلق۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا یعنے دین کامل ہو چکا ہے۔ جن احکام کے متعلق وحی کی حاجت تھی وہاں وحی بھیج دی گئی۔

(۳) دین واضح اور عام فہم ہے۔

(۱) وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّکْرِ فَہَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ (قمر) ہم نے قران سمجھنے کے لئے آسان کر دیا ہے کیا کوئی سمجھنے والا ہے۔

(۲) وَلَقَدْ اَنْزَلْنَا اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ (بقرہ) ہم نے احکام واضح اتارے ہیں۔

(۳) ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَہٗ (قیامہ) قران کے مجملات کو ہم بیان کر دینگے۔

(۴) وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْہِمْ (نحل) (اے رسول) ہم نے تیری طرف یہ ذکر اس لئے اتارا ہے تاکہ تو لوگوں کو کھول کر سمجھا دے۔

(۴) دین محفوظ ہے۔

(۱) اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ (حجر) ہم نے یہ ذکر اتارا اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

(۲) وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمْ

الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ الآیۃ (نور)

اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ کیا ہے کہ جو تم سے ایمان لائے اور عمل نیک کئے کہ ان کو زمین میں خلیفے بنائیگا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو خلیفے بنایا ان کو برسر اقتدار لانے کے ساتھ اپنے پسندیدہ دین کو زمین میں نافذ اور جاری کرے گا۔

یعنے یہ حکومت کا وعدہ اس لئے ہے۔ کہ دین عملی شکل میں دنیا میں جاری کیا جاوے تاکہ رات دن کے عمل اور حکومت کی سرپرستی سے پورے طور محفوظ ہو جائے

انہی وجوہ مذکورہ بالا (۱) عموم رسولت (۲) دین کی جامعیت اور کمال (۳) دین کا عام فہم ہونا (۴) ردوبدل سے محفوظ ہونے) کی بناپر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا۔

(۱) مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ احزاب

محمدؐ تم سے کسی مرد کا باپ نہیں لکن اللہ کا رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہے اور اللہ ہر شی سے واقف ہے۔ یعنے قیامت تک جس قدر ضرورتیں ایسی پیش آنے والی تھیں جن میں دین کے بارے میں وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ سب پوری کر دی گئیں

آیت کی تشریح۔

خاتم کا لفظ دو طرح پڑھا جاتا ہے۔ ایک خاتم تا کے کسر سے اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) اسم فاعل ہو جس کے معنے میں ختم کرنے والا (۲) اسم آلہ خلاف قیاس ہو جس کے معنے ہیں ختم کا آلہ یعنے آپ کے ساتھ نبی ختم کر دیے گئے ابن جریر میں ہے بِكَسْرِ التَّاءِ يَعْنِيْ خَاتِمِ النَّبِيّٖنَ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ خَتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ کسرہ تا سے خاتم النبیین کا یہ معنے ہے کہ آپ نے نبی ختم کر دیئے۔ عبداللہ کی قرائت

ہیں ہے وَلٰکِنَّ نَبِیًّا خَتَمَ النَّبِیّٖنَ لکن نبی ہے جس نے نبی ختم کردیے خاتم اگر فتح تا سے پڑھا جائے تو اس صورت میں اسم آلہ خلاف قیاس ہوگا۔ اس کے دو معنے ہونگے (۱) آخر کے چنانچہ کہا ہے۔ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ بِفَتْحِ التَّاءِ بِمَعْنٰی اٰخِرُ النَّبِیّٖنَ۔ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اگر فتح تاء سے پڑھ جائے تو اس کے معنے ہونگے آخری نبی سب سے پیچھے آنے والا۔ قتادہ نے بھی خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کا معنے اٰخِرُ النَّبِیّٖنَ کیا ہے (۲) مہر کے معنے اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ بمنزلہ مہر کے ہیں۔ اب نبوت پر مہر لگادی گئی۔ چنانچہ لکھا ہے وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ الَّذِیْ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ فَطُبِعَ عَلَیْھَا فَلَا تَنْفَتِحُ لِاَحَدٍ بَعْدَہٗ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَۃِ آپ خاتم النبیین ہیں آپ نے نبوت پر مہر لگادی ایسی مہر لگائی گئی ہے۔ کہ قیامت تک اب کسی کے لئے نہیں کھلے گی۔ اور اقرب الموارد میں ہے۔ (الخاتم والخاتَم) الخاتم واٰخرُ القَومِ الخاتم کے معنے مہر کے بھی ہیں اور آخر قوم کے بھی ہیں۔ بلکہ کتب لغت میں یہ بھی لکھا ہے۔ خَاتِمُ القَوْمِ اٰخِرُھُم خاتم قوم اس شخص کو کہتے ہیں جو آخری ہو۔ تفسیر نیشاپوری میں ہے خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ لِاَنَّ النَّبِیَّ اِذَا عَلِمَ اَنَّ نَبِیًّا اٰخَرَ فَقَدْ یَتْرُکُ بَعْضَ الْبَیَانِ وَالْاِرْشَادِ اِلٰی ... بِخِلَافِ اِذَا عَلِمَ اَنَّہٗ خَتَمَ النُّبُوَّۃَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا وَمِنْ جُمْلَۃِ مَعْلُوْمَاتِہٖ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَمَجِیْءُ عِیْسٰی فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ لَا یُنَافِیْ ذٰلِکَ لِاَنَّہٗ مِمَّنْ نُبِّیَٔ قَبْلَہٗ۔

آپ خاتم النبیین ہیں۔ کیونکہ جب نبی کو معلوم ہو کہ اس کے بعد اور کوئی نبی ہے۔ تو کبھی بعض بیان اور ارشاد کو چھوڑ دیتا ہے مگر جب اس کو یقین ہو کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ تو پھر ایسا نہیں ہو سکتا اور اللہ ہر

شی کو جانتا ہے۔ اس کے معلومات میں یہ بھی داخل ہے کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں۔ عیسےٰ علیہ السلام کا آخری زمانہ میں آنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کے منافی نہیں کیونکہ ان کو آپ سے پہلے نبوت دی گئی ہے۔ راغب میں ہے۔ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ خَتَمَ النُّبُوَّةَ اَیْ تَمَّمَهَا بِمَجِیْئِهٖ۔ آپ خاتم النبیین ہیں کیونکہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا ہے۔ یعنے آپ نے آکر اس کو پورا کر دیا۔

جامع البیان میں ہے۔ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ اَیْ اٰخِرُهُمْ خاتم النبیین کا معنے ہے۔ نبیوں کا آخر۔ زمخشری الہٰی تفسیر (جو بیان لغت عرب محاورات میں بے نظیر ہے) میں کہتے ہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ بِمَعْنٰى اَنَّهٗ لَوْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ بَالِغٌ مَبْلَغَ الرِّجَالِ لَكَانَ نَبِيًّا وَّلَمْ يَكُنْ هُوَ خَاتَمَ الْاَنْبِيَاءِ۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے۔ اگر آپ کا کوئی بچہ بالغ ہوتا تو وہ نبی ہوتا پھر آپ خاتم الانبیاء نہ رہتے۔ تفسیر جلال الدین میں ہے فَلَا يَكُوْنُ لَهٗ ابْنٌ رَجُلٌ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ نَبِيًّا وَّ فِیْ قِرَاءَةٍ بِفَتْحِ التَّاءِ كَاٰلَةِ الْخَتْمِ اَیْ بِهٖ خُتِمُوْا۔ آپ کا فرزند بالغ ہو کر نبی نہیں ہوگا۔ ایک قرائت میں تاء کے فتح سے یعنے آپ ختم کا آلہ ہیں یعنے آپ کے ذریعہ نبی ختم ہوئے۔ تفسیر کبیر میں امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ وَذٰلِكَ لِاَنَّ النَّبِیَّ الَّذِیْ يَكُوْنُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اِنْ تَرَكَ شَيْئًا مِنَ النَّصِيْحَةِ وَالْبَيَانِ يَسْتَدْرِكُهٗ مَنْ يَّاْتِیْ بَعْدَهٗ وَ اَمَّا مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ يَكُوْنُ اَشْفَقَ عَلٰى اُمَّتِهٖ وَاَهْدٰی لَهُمْ وَاَجْدٰی ۱۲

آپ خاتم النبیین ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نبی کے بعد کوئی

نبی ہو اگر کوئی بات نصیحت اور بیان کی چھوٹ جائے تو بعد میں آنے والا اس کا تدارک کر سکتا ہے۔ مگر جس نبی کے بعد کوئی نبی نہ ہو وہ اپنی امت کے حق میں بہت شفیق اور بہت زیادہ ہدایت کرنے والا ہوتا ہے ان عبارتوں میں علماء نے پہلے قصے کے ساتھ خاتم النبیین کی مناسبت بھی بیان کر دی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ جاہلیت میں یہ دستور تھا۔ کہ جس کا اپنا لڑکا نہ ہوتا۔ وہ کسی کو اپنا متبنیٰ بنا لیتا اور اس کے ساتھ حقیقی بیٹے کا تعلق رکھتے وہ جائز وارث ہوتا اور اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ٹھہرتا۔ آنحضرت نے بھی زید کو اپنا بیٹا بنایا تھا۔ قرآن نے اس حکم کو منسوخ کیا اور اس پر آنحضرت سے عمل کرایا اس آیت میں اس پر عمل کرانے کی وجہ بیان کی ہے۔ کہ اگر آپ سے عمل نہ کرایا جاتا تو لوگ عملی طور پر شاید اس کو منسوخ نہ سمجھتے اور آپ کے بعد کوئی نبی بھی نہیں جو اس پر عمل کراتے اس واسطے ضروری تھا کہ اس رسم کو آپ ہی کے عمل سے اٹھایا جائے۔

پس خاتم خواہ فتح تاء سے ہو یا کسرہ سے خواہ اس کے معنے مہر کے ہوں یا آخر کے یا ختم کرنے والے کے ہر صورت میں اس کا مفہوم یہی ہے کہ آنحضرت کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی اس میں نبوت کی کوئی تخصیص نہیں۔ کہ وہ اصلی ہو یا مجازی اور ظلی۔ تشریعی ہو یا غیر تشریعی اگر غیر تشریعی کا وجود ہو تو غیر تشریعی نبوت بھی ختم ہے۔ اگر اس کا وجود ہی نہیں تو وہ پہلے ہی معدوم ہے۔ پھر اس کے ختم ہونے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ اس معنے کی تائید میں حدیثیں بھی وارد ہیں ان کا ذکر آگے آئیگا

دوسری آیت جس میں ختم نبوت کا ذکر ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ (اٰل عمران)

جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ تم کو میں کتاب و حکمت عطا کرونگا پھر جو رسول آئیگا جو تمہاری تعلیم کا مصدق ہوگا اس پر تم نے ضرور ایمان لانا ہوگا۔ جلالین میں ہے۔ ھُوَ مُحَمَّدٌ وہ رسول محمد ہے یعنے جس نبی پر ایمان لانے کا عہد سب نبیوں سے لیا گیا ہے۔ وہ جناب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اس آیت میں صاف طور پر مذکور ہے کہ آپ سب نبیوں کے بعد آنے والے ہیں۔

جامع البیان میں ہے عبد اللہ بن عباس اور حضرت علی سے یہ تفسیر بسند صحیح ثابت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں وَالْمُرَادُ مِنْ رَّسُوْلٍ مُّصَدِّقٍ مُحَمَّدٌ کَمَا صَحَّ عَنْ عَلِیٍّ وَّابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ۔ رسول سے مراد محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے حضرت علی اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے بسند صحیح ثابت ہے۔

(ب) ختم نبوت کا مسئلہ حدیث کی روشنی میں۔

پہلی حدیث۔ حدیث خلفاء

(۱)۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِیْلَ تَسُوْسُھُمُ الْاَنْبِیَاءُ کُلَّمَا ھَلَکَ نَبِیٌّ خَلَفَہٗ نَبِیٌّ وَلَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَسَیَکُوْنُ خُلَفَاءُ فَیَکْثُرُوْنَ قَالُوْا فَمَا تَاْمُرُنَا قَالُوْا فُوْا بِبَیْعَۃِ الْاَوَّلِ فَالْاَوَّلِ وَ قُوْلُھُمْ حَقَّھُمْ بِاَنَّ اللّٰہَ	ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرتے تھے جب کوئی نبی فوت ہوتا تو اس کا خلیفہ دوسرا نبی ہوتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں اور ضرور خلیفے ہونگے اور کثرت کیساتھ ہونگے صحابہ نے عرض کی کہ آپ کا کیا حکم ہے فرمایا بیعت

سَائِلُهُمْ عَمَّنِ اسْتَرْعَاهُمْ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

کیساتھ وفاء کرے اور محمد قیب کا لحاظ کرو اگا حق ادا کرو اگے اللہ خود ان سے رعایا کے بارہ میں پوچھے گا۔

سوال۔ اس حدیث میں سین ہے جس کا یہ مطلب ہوا کہ خلفاء قریب ہونگے پھر نبی ہونے لگیں گے۔ میرے زمانہ کے قریب کوئی نبی نہ ہوگا۔

جواب۔ سین یہاں تحقیق کے لئے ہے۔ جیسے آیت ذیل میں ہے۔ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران) جس مال سے یہ بخل کرتے ہیں وہ ضرور ان کے گلے کا ہار بنے گا قیامت کے روز۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ خلیفہ کے بند ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی آنے لگیں کیونکہ نبی کی جو نفی کی ہے۔ اس میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس کے معنے عن قریب کے ہوں بلکہ وہاں نقطہ (لَا نَبِيَّ بَعْدِي) ہے جس کے معنے ہیں میرے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ صرف خلفاء کے جملہ میں سین کا لفظ ہے،

اس حدیث میں خطاب عام ہے اس واسطے اس میں اس تاویل کی گنجائش نہیں۔ کہ یہاں حضرت علی کو فرمایا ہے کہ تو میرے بعد نبی نہیں جیسے حضرت علی کی روایت میں کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی سے نبوت کی نفی مراد ہے

دوسری حدیث کذابین والی جس میں خاتم النبیین کی تفسیر ہے۔

(۲) عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وُضِعَ السَّيْفُ فِي أُمَّتِي لَمْ يُرْفَعْ عَنْهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَلْحَقَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي بِالْمُشْرِكِينَ وَحَتَّى تَعْبُدَ قَبَائِلُ مِنْ أُمَّتِي الْأَوْثَانَ وَإِنَّهُ

ثوبان سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت میں تلوار رکھی گئی تو قیامت تک نہ اٹھائی جائیگی اور قیامت کے قائم ہونے سے پہلے میری امت کے چند قبائل مشرکین سے جا ملینگے اور چند قبائل بت پرستی کرنے لگیں گے اور ضرور میری امت میں

نبیّ اللہ وانا خاتم النبیین لا نبیّ بعدی ولا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین لا یضرہم من خالفہم حتی یاتی امر اللہ رواہ ابو داؤد والترمذی

تیس جھوٹے ہونگے ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں میری امت سے ایک جماعت ہمیشہ حق پر رہے گی انکو مخالف ضرر نہیں دے سکیگا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے

یہ حدیث نص صریح ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے۔ اور خاتم النبیین کا یہی معنے ہے۔ کہ میں آخری نبی ہوں۔

تیسری حدیث قصر (محل) والی یا لبنۃ (اینٹ) والی

(۳) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر احسن بنیانہ وترک منہ موضع اللبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلک اللبنۃ فکنت انا سددت موضع اللبنۃ وختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین متفق علیہ۔

ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور انبیاء کی مثال ایک قصر (محل) کی ہے۔ جس کی عمارت نہایت اچھی ہے مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی دیکھنے والے اردگرد پھر کر دیکھ کر تعجب کرنے لگے مگر ایک اینٹ کی جگہ کو دیکھکر ان کا تعجب رک جاتا ہے میں نے اس اینٹ کی جگہ کو بند کیا میرے ساتھ عمارت ختم ہوئی اور رسول ختم ہوئے میں وہ اینٹ میں ہی ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نبوت کا محل اب مکمل ہو چکا ہے آنحضرت نبی آخری اینٹ، اور آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی

سوال۔ بعض روایات میں قبلی کا لفظ موجود ہے۔ (جس کا معنے ہے مجھ سے

پہلے) اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مثال میں ان انبیاء کو لیا گیا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں۔
جواب یہ قید اتفاقی ہے اس کا مطلب یہ ہے چونکہ سب انبیاء آنحضرت کے ماسوا آپ کے پہلے ہی گذرے ہیں۔ اس واسطے یہ لفظ بولا گیا ہے۔ اس قید کا یہ مطلب نہیں کہ جو آپ کے بعد آنے والے ہیں ان کو الگ کرنے کیلئے لفظ بولا گیا ہے۔ اس امر کی دلیل یہ ہے کہ حدیث کا آخری لفظ (میرے ساتھ رسول ختم کئے گئے ہیں۔ اور عمارت ختم ہوگئی۔ میں خاتم النبیین ہوں) صاف بتایا جا رہا ہے۔ کہ آپ تمام رسولوں اور نبیوں کے خاتم اور آخری ہیں۔

چوتھی حدیث عاقب والی

(۴) عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ لِیْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ اَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِیُ الَّذِیْ یَمْحُو اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

جبیر بن مطعم کہتے ہیں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے میرے چند نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں میں ماحی (مٹانے والا) ہوں میرے سبب سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کئے جائیں گے میں عاقب ہوں عاقب وہ ہوتا ہے جسکے بعد کوئی نبی نہ ہو

پانچویں حدیث منزلہ ہارون والی۔

(۵) عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَلِیٍّ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُّوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ

سعد بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا تیری نسبت میرے ساتھ اسطرح ہے جیسے ہارون کی موسےٰ طرف ہے۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

سوال :- اس حدیث میں حضرت علی کی نبوت کی نفی مقصود ہے یعنے اَے علی تو میرے بعد نبی نہیں۔

جواب اگرچہ حضرت علی کی نبوت کی نفی کے لئے کلام چلائی گئی ہے۔ مگر لفظ عام ہے جو حضرت علی اور ان کے سوا سب کو شامل ہے یہ جملہ عام ایک قسم کی دلیل ہے کہ اے علی تو نبی نہیں ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

(چھٹی حدیث مبشرات والی)

(۶) عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا رَسُوْلَ قَالَ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ فَقَالَ لٰكِنَّ الْمُبَشِّرَاتُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ رُؤْيَا الْمُسْلِمِ وَهِيَ جُزْءٌ مِّنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ صَحِيْحٌ۔

انس کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رسالت اور نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ کوئی رسول یہ بات لوگوں کو تکلیف دہ معلوم ہوئی۔ پھر آپ نے فرمایا مُبَشِّرات (خوشخبری دینے والی چیزیں) باقی ہیں لوگوں نے کہا۔ مُبَشِّرات کیا ہیں آپ نے فرمایا مسلمان کا خواب یہ نبوت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مُبَشِّرات نبوت کی جز ہیں مگر ایسی جز نہیں جس پر نبوت کا لفظ بولا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مبشرات کو جز بھی فرمایا ہے اور اسکے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ رسالت اور نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ جیسے سرکہ سکنجبین کی جز ہے مگر سرکے کو سکنجبین نہیں کہتے اور مبشرات کی تفسیر حدیث مذکور میں رویا کے ساتھ کی ہے۔ اور حدیث ذیل میں بھی شامل کی ہے۔

(۷) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ	ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبوت سے مبشرات کے سوا کچھ باقی نہیں رہا صحابہ نے کہا مبشرات کیا ہیں۔ فرمایا نیک خواب۔

اور ایک روایت میں رویا کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ قرار دیا ہے۔ جیساکہ حدیث ذیل میں ہے۔

(۸) عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ اَرْبَعِیْنَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ	انس کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

سوال۔ اگر اس حدیث کے یہ معنے لئے جائیں۔ تو یہ شنہ اول تو قرآن مجید کے صریح خلاف ہیں

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم سجدہ ع ۴)	جن لوگوں نے یہ کہا، ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر جم گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ جس جنت کا تم کو وعدہ دیا گیا تھا اس سے خوش ہو جاؤ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خواب کے علاوہ فرشتے بھی خوشخبری لے کر آتے ہیں اور حدیث مذکور کے جو معنے ذکر کئے گئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشخبری دینے والی شئے صرف رویا ہی ہے۔

(ثانیاً دوم) یہ معنے ان احادیث کے بھی خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اس امت میں وحی اور الہام کا دروازہ کھلا ہے۔ اس امت میں مُحَدَّثْ اور مُکَلَّم ہونگے (ثانیاً سوم) اس امت کے اولیاء نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ ہمیں وحی الہام ہوتا ہے (رابعاً چہارم) اس حدیث میں نبوت کے بند ہونے کا تو ذکر نہیں بلکہ اجرار کا ذکر ہے کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ مبشرات ہی نبوت ہیں۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ (الانعام) ہم پیغمبروں کو خوشخبری اور ڈر سنانے کے لئے بھیجتے ہیں۔

جواب (۱) قرآن مجید میں سرِعام مومنوں کے لئے جس خوشخبری کا ذکر ہے اس کا تعلق موت کے وقت قبر اور قیامت کے دن سے ہے۔ جامع البیان میں ہے

تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ الْمَوْتِ اَوْ عِنْدَهٗ وَفِي الْقَبْرِ عِنْدَ الْاَجْدَاثِ. فرشتے موت کے وقت اور قبر میں قیامت کے نزدیک اترینگے

پھر یہ نزول استقامت کے ساتھ معلق ہے۔ اور استقامت اس صورت میں متحقق ہوتی ہے۔ جب اسی پر خاتمہ ہو۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا فَمَنْ قَالَهَا حَتّٰى يَمُوْتَ فَقَدِ اسْتَقَامَ عَلَيْهَا (ابن کثیر) جو موت تک اس پر قائم رہے وہی استقامت کرنے والا ہے۔

زید بن اسلم فرماتے ہیں۔

يُبَشِّرُوْنَهٗ عِنْدَ مَوْتِهٖ وَفِيْ قَبْرِهٖ وَحِيْنَ يُبْعَثُ رَوَاهُ ابْنُ اَبِيْ حَاتِمٍ وَهٰذَا الْقَوْلُ يَجْمَعُ الْاَقْوَالَ كُلَّهَا وَهُوَ حَسَنٌ جِدًّا وَهُوَ الْوَاقِعُ (ابن کثیر)

مومن کو موت کے وقت اور قبر میں اور قیامت کے دن اٹھنے کے وقت خوش ہیں۔ ابن کثیر فرماتے ہیں یہ قول سب اقوال کا جامع ہے۔ اور بہت اچھا ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے۔

اگر نزول ملائکہ کو موت سے پہلے بھی تسلیم کیا جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ملائکہ کی خوشخبر جزء نبوت ہو صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مومن کو زندگی میں فرشتے خوشخبری دیتے ہیں اور مومن کی رویا کی (جو خوشخبری کی صورت ہے) وہی جزو نبوت ہے۔ جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے۔

(۲) امت میں وحی والہام کا دروازہ کھلا ہے یہ ایک مجمل لفظ ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ وحی نبوت تو منقطع ہو چکی ہے۔ مگر کشوف و رویا والہام یا تلقی الغیب کی بعض صورتیں باقی ہیں جن کو وحی نبوت سے تعبیر نہیں کر سکتے کیونکہ انہیں حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نبوت جاری ہے۔ یا کشوف والہام یا تلقی عن الغیب کی بعض صورتیں جو امت میں جاری ہیں۔ یہ نبوت کے اجزأ ہیں۔ پس یہ احادیث (جن میں امور مذکورہ کے جاری رہنے کا ذکر ہے) حدیث مبشرات کے ذکر کردہ معنے کے مخالف نہ ہوئیں۔

پھر جن احادیث میں محدث یا مکلم کا ذکر ہے ان میں ایسے الفاظ ہیں جو تردد کے لئے بولے جاتے ہیں ان سے محدث یا مکلم کا ہونا یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتا۔ (حدیث مُحَدَّث)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَقَدْ کَانَ فِیْمَا قَبْلَکُمْ مِنَ الْاُمَمِ مُحَدَّثُوْنَ فَاِنْ یَّکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَاِنَّہٗ عُمَرُ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی امتوں میں محدث گذرے ہیں اگر میری امت میں کوئی ہوا تو عمر ہوگا۔

اس حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے اگر کوئی محدث اس امت میں ہوا تو عمر ہوگا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے اگر عمر نہ ہوئے تو کوئی بھی نہ

ہو گا۔ حافظ ابن قیم فرماتے ہیں۔

وَمَا ثَبَتَ فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَنَّ عُمَرَ كَانَ يَدَّعِي التَّحْدِيثَ بَلْ كَتَبَ لَهُ يَوْمًا كَاتِبُهُ هٰذَا مَا أَرَى اللّٰهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَقَالَ لَا امْحُهُ وَاكْتُبْ هٰذَا مَا رَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَإِنْ كَانَ صَوَابًا فَمِنَ اللّٰهِ وَإِنْ يَكُنْ خَطَاءً فَمِنِّي وَمِنَ الشَّيْطَانِ وَإِنِّي سَمِعْتُ شَيْخَ الْإِسْلَامِ تَقِيَّ الدِّينِ ابْنَ تَيْمِيَّةَ يَقُولُ جَزْمًا بِأَنَّهُمْ كَائِنُونَ فِي الْأُمَمِ قَبْلَنَا وَعَلَّقَ وُجُودَهُمْ فِي هٰذِهِ الْأُمَّةِ بِإِنِ الشَّرْطِيَّةِ مَعَ أَنَّهَا أَفْضَلُ الْأُمَمِ لِاحْتِيَاجِ الْأُمَمِ قَبْلَنَا إِلَيْهِمْ وَاسْتِغْنَاءِ هٰذِهِ الْأُمَّةِ عَنْهُمْ بِكَمَالِ نَبِيِّهَا وَرِسَالَتِهِ فَلَمْ يُحْوِجِ اللّٰهُ الْأُمَّةَ بَعْدَهُ إِلَى مُحَدَّثٍ وَلَا مُلْهَمٍ وَلَا صَاحِبِ كَشْفٍ وَلَا إِلَى مَنَامٍ فَهٰذَا التَّعْلِيقُ لِكَمَالِ الْأُمَّةِ وَاسْتِغْنَائِهَا لَا لِنَقْصِهَا ص ۲۲ (مدارج السالکین)

اور کسی اور روایت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عمر نے محدثیت کا دعوی کیا تھا بلکہ ایک روز آپ کے کاتب نے یہ لکھا کہ وہ یہ حکم ہے جو اللہ نے امیر المؤمنین عمر بن خطاب کو بتلایا۔ آپ نے کہا اسکو مٹادو اور یہ لکھو کہ یہ وہ حکم ہے جو عمر بن خطاب نے سمجھا اگر صحیح ہے تو اللہ سے ہے اگر غلط ہے تو مجھ سے اور شیطان سے ہے (حافظ ابن قیم فرماتے ہیں) میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا فرماتے تھے پہلی امتوں میں محدثوں کے وجود کو تسلیم کیا ہے اور اس امت میں یہ کہا ہے اگر ہوئے حالانکہ یہ امت افضل ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ پہلی امتوں کو ان کی ضرورت تھی اور یہ امت اپنے نبی کے کمال اور اسکی رسالت کی بنا پر ان سے بے نیاز ہے۔ آنحضرتؐ کے بعد اللہ نے امت کو کسی محدث ملہم صاحب کشف اور خواب کا محتاج نہیں بنایا (پس یہ کہنا کہ اگر ہوئے) امت کے کمال اور بے نیاز ہونے کی بنا پر ہے۔ نہ نقص کی بنا پر اس صورت میں۔

یہ حدیث اس آیت کی طرح ہوئی۔

لَوْ کَانَ فِیْھِمَا اٰلِھَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا (انبیاء) اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا معبود ہوتے تو بگڑ جاتے جیسے اس آیت میں فساد کی نفی سے آلہہ (معبوات متعددہ) کی نفی مفہوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت عمر سے جب محدث کی نفی ہوئی۔ دوسرا مطلب اس کا یہ ہے۔ اگر میری امت میں کوئی محدث ہوا تو عمر ہوگا۔ یعنے جب پہلی امتوں میں محدث ہوتے ہیں تو اس امت میں ان کی گنجائش ہے۔ مگر اس امت کو چونکہ ان کی ضرورت نہیں اس واسطے صرف عمر ہوگا۔ یا یہ مطلب ہے کہ عمر سب سے اول مرتبہ میں ہوگا۔ اور ضرور ہوگا وہ اس سلسلہ کا سید اور معیار ہوگا اگرچہ صدیق محدث سے بڑا ہوتا ہے۔ مگر اس کو کمال متابعت کی بنا پر محدیث کی ضرورت نہیں ہوتی

(ابن قیم فرماتے ہیں)

قَالَ شَیْخُنَا وَالصِّدِّیْقُ اَکْمَلُ مِنَ الْمُحَدَّثِ لِاَنَّہٗ اَسْتَغْنٰی بِکَمَالِ صِدِّیْقِیَّتِہٖ وَمُتَابَعَتِہٖ عَنِ التَّحْدِیْثِ وَالْاِلْھَامِ وَالْکَشْفِ فَاِنَّہٗ قَدْ سَلَّمَ قَلْبَہٗ کُلَّہٗ سِرَّہٗ وَ بَاطِنَہٗ لِلرَّسُوْلِ فَاسْتَغْنٰی

ہمارے استاذ (ابن تیمیہ) فرمایا ہے کہ صدیق محدث سے زیادہ کامل ہے کمال صدیقیت اور متابعت کی بنا پر اس کو تحدیث الہام اور کشف کی حاجت نہیں کیونکہ اس کا دل تمامہ سِرّ اور باطن رسول کے تابع ہے اس وجہ سے بے نیاز ہوگیا ہے۔

یہ مدارج ج ۱ ص ۱۲

بہر کیف محدیث کا دروازہ اگر اس امت کیلئے کھلا بھی ہو تو بھی مبشرات کی حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ تحدیث کا جزء نبوت ہونا ثابت نہیں نہ اس کا ان مبشرات میں داخل ہونا ثابت ہے۔ جو نبوت کی جزء ہیں۔

اگر تحدیث وغیرہ امور کو ان مبشرات میں داخل کیا جاوے، جو نبوت کا جزو ہیں تو بہر کیف ایسی جزو ہونگے جن کے تحقق سے نبوت کا تحقق لازم نہیں آئیگا۔ کیونکہ اس حدیث میں نبوت سے مبشرات کو مستثنٰے قرار دے کر یہ بھی فرمایا ہے۔ کہ میرے بعد نہ کوئی نبی ہے اور نہ رسول اور پہلے یہ بھی فرمایا کہ نبوت اور رسالت ختم ہو چکی ہے کسی جزو کے باقی رہنے سے کل کا باقی رہنا لازم نہیں آتا اس کی مثال مندرجہ ذیل حدیث ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ سَرْجِسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْتُ الْحَسَنُ وَالتُّؤَدَۃُ وَالِاقْتِصَادُ جُزْءٌ مِّنْ اَرْبَعٍ وَّعِشْرِیْنَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّۃِ رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ

عبد اللہ بن سرجس سے مروی ہے یہ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھی سیرت کام میں ذرا تاخیر کرنا اور درمیانہ روی نبوت کا چوبیسواں حصہ ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جن چیزوں کو اس حدیث میں جز نبوت قرار دیا گیا ہے۔ ان کے تحقق سے نبوت متحقق نہیں ہوتی۔

(۳) جن لوگوں نے اس امت سے الہام کا دعوی کیا ہے۔ تو انکے دعوی کا صدق کہاں سے معلوم ہوا ممکن ہے کہ وہ اس معاملہ میں غلطی پر ہوں حضرت عمر جن کو اگر سلسلہ تحدیث کا جاری ہو سید المحدثین کہنا چاہئے کبھی تحدیث والہام میں عصمت کا دعوی نہیں کیا تو دوسر کا کیا حق ہے حافظ ابن قیم نے ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

وَکَانَ ھٰذَا الْمُحَدَّثُ یَعْرِضُ مَا یُحَدَّثُ بِہٖ عَلٰی مَا جَاءَ بِہِ الرَّسُوْلُ فَاِنْ وَافَقَہٗ قَبِلَہٗ وَاِلَّا رَدَّہٗ اِلٰی اَنْ قَالَ وَاَمَّا مَا یَقُوْلُہٗ کَثِیْرٌ مِّنْ اَصْحَابِ الْخَیَالَاتِ وَالْجَہَالَاتِ حَدَّثَنِیْ قَلْبِیْ عَنْ رَّبِّیْ یہ محدث (حضرت عمر) اپنی تحدیث کو رسول کی شریعت پیش کرتے اگر موافق ہوتا تو قبول کرتے ورنہ رد کرتے باقی رہی یہ بات جو خیالات میں محو ہونے والے اور جاہل لوگ کہتے ہیں کہ میرے دل نے میرے رب سے تحدیث

فيحكم ان قلبه حدثه وعن من عن شيطانه او عن ربه فاذا قال حدثني قلبي عن ربي كان مسند الحديث الى من لا يعلم انه حدثه به وذلك كذب ومحدث هذه الامة لم يكن يقول ذالك ولا تفوه به يوما من الدهر وقد اعاذه الله من ان يقول ذلك مدارج ج ۱ ص ۲۲، بیان کی اس قدر تو صحیح ہے۔ کہ اس سے دل نے یہ حدیث بیان کی کلام اس میں ہے کہ اس کے دل نے شیطان سے سیکھا ہے۔ یا رب سے جب یہ کہے کہ میرے دل نے رب سے لیا تو اس نے اپنے الہام کو ایسی ذات کیطرف منسوب کیا جسکے متعلق یقین نہیں کہ اس نے تبلایا ہو۔ اور یہ جھوٹ ہے اس امت کا محدث (عمرؓ) ایسا نہیں کہہ سکتا تھا اور نہ اس نے کبھی ایسا کہا اللہ نے اس کو اس سے بچائے رکھا

یہ لوگ الہام کا دعوی کرنیوالے سب سب مفتری تو نہ تھے مگر یہ معلوم نہیں کہ وہ فریب خوردہ تھے یا واقعی ملہم تھے۔ بہرکیف صادق ہوں یا کاذب انکا دعوی کسی صورت میں مبشرات کی حدیث کے منافی نہیں۔ کیونکہ اگر صادق ہوں تو انکا الہام یا مبشرات سے نہ ہوگا اگر بالفرض تسلیم کر لیا جائے۔ کہ انکا الہام بھی مبشرات کا فرد ہے اور حدیث میں جو مبشرات کو صرف رویا سے تعبیر کیا گیا ہے۔ وہ صرف بصورت مثال ہے۔ نہ بصورت حقیر تو اس صورت میں بھی مبشرات ایسی جز نہیں جس کے تحقق سے نبوت کا تحقق ہو۔

(۴) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ انبیاء تبشیر و انذار (خوشخبری دینے اور ڈرانے) کیلئے آتے ہیں اور یہ ان کیلئے ضروری امر ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مبشر اور منذر نبی ہو کیونکہ تبشیر و انذار ہر مبلغ کا کام ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے

وعن ابي موسىؓ قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا بعث احدا من اصحابه في بعض امره قال بشروا ولا تنفروا ويسروا ولا تعسروا متفق عليه

ابو موسی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو اپنے اصحاب سے بعض کام میں بھیجتے فرماتے خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ آسانی کرو سختی نہ کرو۔

اگر تبشیر و انذار ہی نبوت کی حقیقت ہو تو لازم آئیگا کہ ہر مبلغ نبی ہو یہاں مرسلین کا حصر ہے

مبشرین ومنذرین میں اس سے صرف یہ لازم آتا ہے کہ ہر رسول مبشر اور منذر ہو۔اس سے یہ لازم نہیں کہ ہر مبشر اور منذر رسول ہو۔ اور یہ حصر بھی اضافی ہے۔ بلکہ موصوف کا ایک صفت میں حصر کرنا حقیقی طور پر ممکن ہی نہیں کیونکہ ایک موصوف کیلئے ایک سے زائد صفات ہوتے ہیں۔ تو اب حصر اضافی ہی ہوسکتا ہے اور آیت مذکورہ میں مرسلین کا حصر مبشرین ومنذرین میں بانسبت عذاب لانے کے ہے۔ یعنے رسول عذاب نہیں لاسکتا یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ رسول کا نہیں اسکا کام صرف تبشیر وانذار ہے اس آیت سے جو پہلی آیت ہے اس سے یہ معنے بالکل کھل جاتا ہے وہ یہ ہے۔

قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الظَّالِمُونَ

(انعام) کہ مجھے بتاؤ اگر اللہ کا عذاب ناگہان یا دیکھتے دیکھتے آجاوے تو ظالم قوم کے سوا کون ہلاک ہوگا۔

ایک دوسری آیت بھی اسکی تائید کرتی ہے کہ نبی نفع اور نقصان کا مالک نہیں صرف بشیر ونذیر ہے۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (اعراف) کہ میں تو اپنی جان کے نفع ونقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ مگر جو اللہ چاہے اگر میں غیب جانتا ہوتا۔ تو اپنے لئے بہت خیر (مال) جمع کرلیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی میں تو صرف مومنوں کیلئے نذیر بشیر ہو

تبشیر وانذار اگرچہ لوازم نبوت سے ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تبشیر وانذار نبوت کی جزو ہو۔ کیونکہ ہر لازم ملزوم کی جزو نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ اسکو عین نبوت قرار دیا جاوے۔

جیسے ہر رسول بشری کیلئے رجل (مرد) ہونا ضروری ہے مگر رجولیت جزو نبوت نہیں۔

قرآن مجید میں ہے وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ اِلَیْهِمْ (انبیاء) ہم نے تجھ سے پہلے جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد تھے۔

ایک آیت میں ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا اِنَّهُمْ لَیَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَیَمْشُوْنَ فِی الْاَسْوَاقِ (فرقان) ہم نے تم سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے ہیں وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے۔

اس آیت میں ہر رسول کیلئے کھانا اور بازار میں چلنا لازم قرار دیا ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر کھانے والا اور بازاروں میں پھرنے والا رسول ہو بلکہ یہ بھی لازم نہیں آتا کہ کھانا اور بازار میں چلنا نبوت کی خیر یا اس کا عین ہو۔

ساتویں حدیث جس میں حضرت عمر کی نبوت کا ذکر ہے۔

(۷) عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رض قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ رَوَاهُ التِّرْمَذِیُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ غَرِیْبٌ لَا نَعْرِفُهُ اِلَّا مِنْ حَدِیْثِ مِشْرَحِ بْنِ هَاعَانَ۔ عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب ہوتا۔ اسکی سند میں مشرح منفرد ہے تقریب میں لکھا ہے کہ مشرح مقبول ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو حضرت عمرؓ ضرور نبی ہوتے جب حضرت عمرؓ نبی نہ ہوئے تو اور بھی کوئی نبی نہیں بن سکتا۔

سوال۔ اگر اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی تو مندرجہ ذیل حدیث کے کیا معنے ہونگے۔

لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِیْمُ لَكَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا۔ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو نبی ہوتے کیونکہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم نبی بن سکتے ہیں۔

جواب (۱) یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند اس طرح ہے۔

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوْسِ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ شَبِیْبِ نِ الْبَاهِلِیُّ حَدَّثَنَا اِبْرَاهِیْمُ بْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا الْحَکَمُ بْنُ عُتْبَۃَ عَنْ مُقْسَمٍ عَنِ بْنِ عَبَّاسٍؓ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِیْمُ بْنُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَالَ اِنَّ لَہٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّۃِ وَلَوْ عَاشَ لَکَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا (ابن ماجہ)

جب ابراہیم فوت ہوئے تو آپ نے فرمایا اگر زندہ رہتا تو صدیق نبی ہوتا۔

اسکی سند میں ابراہیم بن عثمان ہے جس پر مندرجہ ذیل جرحیں ہیں۔ شعبہ نے کہا ہے کاذب ہے امام احمد نے کہا ضعیف ہے۔ ابن معین نے کہا ثقہ نہیں امام بخاری نے کہا اس سے محدثین نے سکوت کیا ہے (یعنے اس کی حدیث نہیں لیتے) نسائی نے کہا متروک ہے میزان ص۲۳ ج۱ کسی محدث سے اسکی توثیق ثابت نہیں بالاتفاق ضعیف ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ مگر دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ وہ زندہ نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ آپ آخری نبی ہیں۔

امام احمد اور ابن مندہ کے حوالہ سے فتح الباری میں ہے۔

سَاَلْتُ اَنَسًا کَمْ بَلَغَ اِبْرٰهِیْمُ قَالَ قَدْ مَلَاَ الْمَهْدَ وَلَوْ بَقِیَ لَکَانَ نَبِیًّا وَّلٰکِنْ لَّمْ یَکُنْ لِیَبْقٰی لِاَنَّ نَبِیَّکُمْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ (فتح الباری ص۶۱۳ ج۲۵ طبع ہندی) سدی کہتے ہیں میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا ابراہیم کتنے بڑے تھے حضرت انسؓ نے کہا گود کو بھر دیتے تھے اگر زندہ رہتے تو نبی ہوتے۔ مگر وہ باقی نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ تمہارا نبی آخری نبی ہے۔

یہ حدیث قرآن کی مندرجہ ذیل آیت کی طرح ہے۔

لَوْ کَانَ فِیْهِمَا اٰلِهَۃٌ اِلَّا اللّٰہُ لَفَسَدَتَا (انبیاء) اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا دو معبود ہوتے تو دونوں بگڑ جاتے۔

اسکی تائید حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

قَالَ مَاتَ وَهُوَ صَغِیْرٌ وَّلَوْ قُضِیَ اَنْ یَّکُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ نَّبِیٌّ لَعَاشَ ابْنُہٗ وَلٰکِنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ (بخاری) حضرت ابن ابی اوفیؓ فرماتے ہیں ابراہیم چھوٹے ہی فوت ہوگئے اگر محمد کے بعد کسی نبی کا ہونا (مقدر ہوتا تو آپ کا بیٹا زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔)

۱؎ اس کیلئے جنت میں دایہ موجود ہے۔

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے مگر اسکی سند اس مرفوع سے قوی ہے اور اس میں قیاس کو بھی دخل نہیں اس واسطے یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔

سوال۔ ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں لکھا ہے۔

لٰکِنْ لَہٗ طُرُقٌ ثَلٰثَۃٌ یُقَوِّیْ بَعْضُھَا بَعْضًا۔ اسکی تین سندیں ہیں جس سے ایک دوسری کی تقویت ہوتی ہے۔

جواب۔ اس حدیث سے دو باتیں مفہوم ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں اسلئے آپکا لڑکا ابراہیم زندہ نہ رہا۔ دوسرا یہ ہے ابراہیم کی نبوت کیلئے انکی زندگی ہی مانع تھی ملا علی قاری نے پہلے مفہوم کو ملحوظ رکھکر یہ کہا ہے کہ اسکی تین سندیں ہیں کیونکہ باقی دو سندوں سے جو لفظ مروی ہیں وہ پہلے معنے کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ ہم نے فتح الباری اور بخاری سے نقل کیا ہے۔ اور ملا علی قاری کی عبارت ذیل سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں۔

وَیُشِیْرُ اِلَیْہِ قَوْلُہٗ تَعَالٰی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فَاِنَّہٗ یُوْمِیْ اِلَیْہِ بِاَنَّہٗ لَمْ یَعِشْ لَہٗ وَلَدٌ یَصِلُ اِلٰی مَبْلَغِ الرِّجَالِ فَاِنَّ وَلَدَہٗ مِنْ صُلْبِہٖ یَقْتَضِیْ اَنْ یَّکُوْنَ لُبَّ قَلْبِہٖ کَمَا یُقَالُ اَلْوَلَدُ سِرُّ اَبِیْہِ وَلَوْ عَاشَ وَبَلَغَ اَرْبَعِیْنَ وَصَارَ نَبِیًّا لَزِمَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ نَبِیُّنَا خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ موضوعات کبیر ص ۶۹

اسی معنے کیطرف اللہ تعالیٰ کا قول اشارہ کرتا ہے کہ محمد تم کسی مرد کا باپ نہیں لیکن اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے اسمیں اشارہ ہے کہ آپکا کوئی بچہ بالغ نہیں ہوا کیونکہ آپکا بچہ آپکے دل کا مغز ہوگا جیسے کہا جاتا ہے کہ بچہ باپ کا ستر (بھید) ہوتا ہے اگر آپکا لڑکا زندہ رہتا اور چالیس سال کو پہنچتا تو اور نبی بن جاتا تو آپ خاتم النبیین نہ ہوتے۔

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی زندگی کیلئے آنحضرت کا خاتم النبیین ہونا مانع تھا۔ نہ یہ کہ ابراہیم کی زندگی ہی مانع تھی۔ پس اس حدیث کے دوسرے طرق اس معنے کی تائید کرتے ہیں۔ دوسرے احتمال کی تائید دوسرے طرق سے نہیں ہوتی اور یہ حدیث باوجود یہ پہلے

قوی احتمال کے ضعیف ہے۔ (امام نووی فرماتے ہیں)

هٰذَا الْحَدِيْثُ بَاطِلٌ وَجَسَارَةٌ عَلَى الْكَلَامِ بِالْمُغَيَّبَاتِ وَمُجَازَفَةٌ وَهُجُوْمٌ عَلٰى عَظِيْمٍ (موضوعات کبیر)

یہ حدیث باطل ہے اور غیب کی باتوں میں جرأت اور ایک بڑی لغزش ہے۔

امام نووی نے اس حدیث کے متعلق تین باتیں کہیں ہیں (۱) یہ حدیث باطل ہے یعنے جھوٹی ہے اسکی وجہ یہی ہے کہ اسکی سند اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔

(۲) غیبی امور میں لبرانہ بات کہدی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ آئیندہ کے متعلق جو باتیں ہیں سب غیب کی ہیں اور عالم الغیب صرف اللہ ہی ہے۔ اور رسولکریمؐ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے بتاتے ہیں جب حدیث صحیح نہ ہوئی تو یہ غیبی امور میں دخل اندازی اور جرأت ٹھیری۔

(۳) بڑی لغزش ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے۔ غیبی باتیں اللہ تعالیٰ کے بتانے سے ہی معلوم ہوسکتی ہیں اور واسطہ ہمارے لیے ہمارے نبی رسولکریمؐ ہیں جب حدیث باطل ٹہری تو اس صورت میں محض تکبندی ہوتی

امام ابن عبداللہ کی کلام۔

لَا اَدْرِیْ مَا هٰذَا فَقَدْ وَلَدَ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ غَيْرَ نَبِيٍّ وَلَوْ لَمْ يَلِدِ النَّبِيُّ اِلَّا نَبِيًّا لَكَانَ كُلُّ اَحَدٍ نَبِيًّا لِاَنَّهُمْ مِنْ وُلْدِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنْتَهٰى (موضوعات کبیر ص ۵۹)

میں نہیں جانتا کہ یہ کیا کلام ہے (یعنے یہ کلام غلط ہے کیونکہ نوح کے لڑکے نبی نہ تھے اگر نبی سے نبی ہی ہوتا تو ہر ایک شخص نبی ہونا چاہئے کیونکہ یہ ایک نوح کی اولاد سے ہے۔

ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے اگر ابراہیم کی زندگی نبوت کو مسئلہ) ہو تو اسکی وجہ غالباً یہی ہوتی کہ وہ نبی کا بیٹا ہے۔ اگر یہ وجہ ہوتی تو اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ہر انسان نبی ہو کیونکہ ہمارا سلسلہ نوح علیہ السلام تک پہنچتا ہے اور وہ نبی ہیں۔ یہ اعتراض اسی صورت میں وارد ہوتا ہے جب ابراہیم کے نبی ہونیکی وجہ یہ ہو کہ وہ نبی کا بیٹا ہے اور نبی کا بیٹا نبی ہی ہونا چاہیئے۔ اگر ابراہیم کے نبی ہونیکی وجہ یہ ہو کہ اس میں استعداد نبوت ہے اور استعداد بھی ایسی کہ خود بخود سن بلوغ اور نبوت کی عمر پہ پہنچنے سے وہ کمال فطری ظاہر ہو جائے

جو اسمیں موجود ہے تو پھر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا مگر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر مجرد استعداد نبوت کو مستلزم ہوتی تو عمرؓ بھی نبی ہوتے کیونکہ انکے متعلق بھی آیا ہے

اگر میرے بعد نبی ہونا ہوتا تو عمر ہوتے اس سے معلوم ہوتا ہے ان میں استعداد نبوت کی تھی اس اعتراض کے جواب کی طرف میں نے اشارہ کر دیا ہے کہ استعداد استعداد میں فرق ہے ایک وہ استعداد جس میں نبوت کا جاری ہونا نبوت ملنے کیلئے کافی ہے اور ایک وہ استعداد ہے جس میں سن نبوت کو پہنچنا نبوت کے فائض ہونے کیلئے کافی ہے یہ استعداد وہبی ہے پس نبوت دونوں صورتوں میں وہبی ہوگی فرق صرف اتنا ہے کہ پہلی صورت میں دو طرح سے وہبی ہوئی استعداد اور انتخاب سے دوسری صورت صرف استعداد کی بنا پر وہبی ٹھہری۔

ابن عبداللہ غالباً دوسری قسم کے قائل نہیں کیونکہ نبوت کی بنا قرآن نے اجتبا پر رکھی ہے اور اجتباء سے بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے کہ استعداد کے علاوہ انتخاب میں پھر اجتبا کی ضرورت ہے اَللّٰهُ يَجْتَبِيْ إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (شوری) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف چن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرے اس کو ہدایت کرتا ہے۔

نبوت کی بنا جب اجتبا پر ٹھہری تو اس صورت میں یہ کہنا کہ ابراہیم اگر زندہ رہتے تو ضروری نبی ہوتے صحیح نہیں کیونکہ نبوت کی بنا محض استعداد پر نہیں بلکہ اجتبا کی بھی ضرورت ہے پس ابراہیم اگر زندہ بھی رہتے تب بھی بدون اجتباء کے نبی کیسے ہو سکتے تھے۔

مگر ابن عبدالبر کے اس قول پر صحابہ کے اقوال مذکورہ کی تردید کرنی پڑیگی حالانکہ انکے اقوال قیاس سے بالاتر ہونیکی بنا پر مرفوع کا حکم رکھتے ہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

فَهٰذِهٖ عِدَّةُ أَحَادِيْثَ صَحِيْحَةٍ مِّنْ هٰؤُلَاءِ الصَّحَابَةِ فَلَا أَدْرِيْ مَا الَّذِيْ حَمَلَ النَّوَوِيَّ فِيْ تَرْجَمَةِ إِبْرَاهِيْمَ الْمَذْكُوْرِ مِنْ كِتَابِ تَهْذِيْبِ الْأَسْمَاءِ وَاللُّغَاتِ عَلٰى اسْتِنْكَارِ

یہ چند صحیح حدیثیں ان صحابہ سے مروی ہیں میں نہیں جانتا کہ نووی نے ابراہیم مذکور کے ترجمہ میں انکا کیوں انکار کیا اور اتنا مبالغہ کیا کہا کہ یہ باطل غیبات ہیں جرأت اٹکل اور بڑی بھاری لغزش ہے ممکن ہے

ذالِكَ وَمُبَالَغَتُهُ حَيْثُ قَالَ هُوَ بَاطِلٌ وَجَسَارَةٌ فِي الْكَلَامِ عَلَى الْمُغَيَّبَاتِ وَمُجَازَفَةٌ وَهُجُومٌ عَلٰى عَظِيْمٍ مِّنَ الدِّيْنِ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ اسْتَحْضَرَ ذٰلِكَ عَنِ الصَّحَابَةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَرَوَاهُ عَنْ غَيْرِهِمْ مِّمَّنْ تَاَخَّرَ عَنْهُمْ فَقَالَ ذٰلِكَ وَقَدِ اسْتَنْكَرَ قَبْلَهُ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِي الْاِسْتِيْعَابِ الْحَدِيْثَ الْمَذْكُوْرَ مَعَ اَنَّ الَّذِيْ نُقِلَ عَنِ الصَّحَابَةِ الْمَذْكُوْرِيْنَ وَاِنَّمَا اَتَوْا فِيْهِ بِقَضِيَّةٍ شَرْطِيَّةٍ

جزء ۲۵ فتح الباری ص ۶۱۳

نووی کو ان صحابہ کے قول کا علم ہو مگر پچھلے لوگوں سے نقل کر کے انکار کیا سب سے پہلے ابن عبد البر نے استیعاب میں حدیث مذکور کا انکار کیا ہے۔

حالانکہ صحابہ نے نبوت کو جاری نہیں مانا بطور شرط کے ان کی نبوت کا ذکر کیا ہے۔

حافظ ابن حجر امام نووی اور ابن عبد البر کے انکار پر تعجب کا اظہار کر رہے ہیں کیونکہ صحابہ کرام سے جو آثار وارد ہوتے ہیں انکی سندیں صحیح ہیں۔ مگر امام نووی اور ابن عبد البر کیطرف سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ صحابہ کے اقوال اور ابن ماجہ کی حدیث میں فرق ہے ابن ماجہ کی حدیث میں مانع ابراہیم کی وفات کو قرار دیا گیا ہے۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور نبی ہوتے حالانکہ ثبوت نبوت کے لئے صرف حیات کافی نہیں اجتبا کی بھی ضرورت ہے اور اجتبا سے مانع یہاں موجود ہے وہ ختم نبوت اور صحابہ کے آثار میں ختم نبوت کو مانع قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ یہانتک کہدیا ہے اگر آنحضرت کے بعد نبوت جاری ہوتی تو سب سے اولی آنحضرت کا فرزند ابراہیم اس منصب کے لائق ٹھہرتا اللہ تعالیٰ اسکو زندہ رکھتا اب چونکہ نبوت ختم ہو چکی ہے اسواسطے اسکی زندگی کو برقرار رکھنا ضروری نہیں ٹھہرایا گیا پس اس لحاظ سے امام نووی اور ابن عبد البر کا انکار درست ہوا حافظ ابن حجر نے جو اخیر میں حملہ کیا ہے وہی انکی طرف سے جواب ہے۔ ملا علی قاری نے ابن حجر مکی کی طرف سے اس جواب کی تردید نقل کر کے اس کا رد بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

وَاَمَّا قَوْلُ ابْنِ حَجَرٍ الْمَكِّيِّ وَتَاوِيْلُهُ اَنَّ ابن حجر مکی نے جو یہ کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب ہے

اَلْقَضِيَّةُ الشَّرْطِيَّةُ لَا تَسْتَلْزِمُ وُقُوعَ الْمُقَدَّمِ کہ قضیہ شرطیہ میں مقدم کا وقوع ضروری نہیں
وَاِنْكَارُ النَّوَوِيِّ كَابْنِ عَبْدِ الْبَرِّ لِذٰلِكَ ہوتا لہٰذا نبوت کا ملنا متحقق نہ ہوا نووی اور
فَلِعَدَمِ ظُهُوْرِ هٰذَا التَّاوِيْلِ وَهُوَ ظَاهِرٌ فَبَعِيْدٌ ابن عبد البر نے اس حدیث کا انکار اسلئے کیا کہ انکو اس
جِدًّا اَنْ لَّا يَفْهَمَ الْاَعْلَامُ الْجَلِيْلَانِ مِثْلَ هٰذِهِ تاویل کا پتہ نہیں چلا حالانکہ تاویل ظاہر ہے بالکل
الْمَعْنٰى عَنْهُ وَاِنَّمَا الْكَلَامُ عَلٰى فَرْضِ وُقُوْعِ الْمُقَدَّمِ بعید ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ دونوں امام اس تاویل
فَافْهَمْ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ موضوعات کبیر ص ۶۹ کو بھی نہ جانتے ہوں بلکہ انکا انکار اس حالت پر ہے
جب مقدم کا وقوع فرض کر لیا جائے۔

یعنے اگر ابراہیم کی زندگی فرض کر لی جائے تو وہ ضروری نہیں اسکو غلط قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہاں ختم نبوت بھی ایک امر مانع موجود ہے۔

اس عبارت میں دو باتیں ذکر کی ہیں (۱) ان احادیث کی تاویل جس سے غرض یہ ہے کہ نووی اور ابن عبد البر کے انکار کی تردید کی جاوے (۲) اس تاویل کی تردید اور ان کی کلام کا محمل۔

پہلی بات یہ ہے کہ ان احادیث میں جملہ شرطیہ ہے اور جملہ شرطیہ میں حکم کا تحقق مقدم پر معلق ہے مگر مقدم کا ہونا ضروری نہیں پس ان احادیث سے نبوت کا جاری ہونا ثابت نہیں ہوتا جسپر امام نووی اور ابن عبد البر انکار کر رہے ہیں

دوسری بات یہ ہے کہ امام نووی اور ابن عبد البر اتنے پست دماغ کے آدمی نہیں کہ وہ اس قاعدے سے غافل ہوں بلکہ انکا مطلب یہ ہے نبوت کا تحقق ابراہیم کی حیات پر معلق ہے اگر زندہ ہوں تو نبی ہو سکتے ہیں حالانکہ یہاں ختم نبوت خود ایک مانع موجود ہے۔

مگر میں نے جو پہلے لکھا ہے کہ امام نووی کا اعتراض ابن ماجہ کی حدیث پر ہے۔ اور ایک طرح سے جب نبوت کو اعتبار پر موقوف رکھا جائے یہ اعتراض درست ہے اور صحابہ کے احوال پر یہ اعتراض درست نہیں کیونکہ ان میں مانع ختم نبوت کو قرار دیا گیا ہے۔

اب ہم آخیر میں پھر ملا علی قاری کا وہ قول جو آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت عمر کی نبوت کے وقوع کو خاتم النبیین کیلئے غیر منافی قرار دینے کے بارے میں ذکر کیا ہے نقل کر کے اسکا جواب بھی کرتے ہیں۔

قلت ومع هذا لو عاش ابراهيم وصار نبيًا وكذا لو صار عمر نبيًا لكان من اتباعه علیه السلام كعیسٰی والخضر والیاس علیهم السلام فلا یناقض قوله تعالٰی خاتم النبیین اذ المعنی انه لا یاتی بعده نبی ینسخ ملته ولم یکن من امته ویقویه حدیث لو کان موسٰی حیًا لما وسعه الا اتباعی

(موضوعات کبیر ص ۶۹) اگر ابراہیم زندہ رہتے اور نبی بن جاتے اسیطرح اگر عمر بھی نبی بن جاتے تو ضرور یہ آنحضرت کے متبعین سے ہوتے جیسے حضرت عیسٰے حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہم السلام ہیں پس یہ اللہ تعالی کے قول خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ اس قول کا یہ معنے ہے آپکے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آئیگا جو آپکے دین کو منسوخ کرے اور آپکی امت سے نہ ہو اس حدیث سے بھی اسکی تقویت ہوتی ہے اگر موسٰے زندہ ہوتے تو لازمی طور پر میری اتباع کرتے۔

اس عبارت سے جو معلوم ہوتا ہے اسکا ہم جواب دو طرح سے دے چکے ہیں (۱) اگر ابراہیم اور حضرت عمر نبی ہو جاتے تو انکی نبوت اس آیت کے منافی نہ ہوتی اگرچہ حدیث لا نبی بعدی کے منافی ہونیکی بنا پر ایسا نہیں ہو سکتا (۲) نبوت کا ایک معنے ایسا ہے جو شرعی معنے سے عام ہے جس میں تشریع کی قید نہیں ایسی نبوت خاتم النبیین کے منافی نہیں تشریعی نبوت (جو شریعت میں وہی نبوت ہے) کے منافی ہے۔

اب ذرا مزید وضاحت سنیئے۔

ملا علی قاری اس عبارت میں یہ کہنا چاہتے ہیں۔ ایسا نبی جو آنحضرت کی امت سے ہو اور آپکی شریعت کو منسوخ نہ کرے اسکی نبوت خاتم النبیین کے منافی نہیں ہاں ایسے نبی کا آنا جو شریعت کا ناسخ ہو اور آنحضرت کی امت سے نہ ہو تو ایسے نبی کا آنا آیت خاتم النبیین کے واقعی مخالف ہے جیسے حضرت عیسٰے حضرت خضر اور الیاس علیہم السلام آنحضرت صلعم کے عہد نبوت میں پائے جاتے ہیں مگر انکی نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں کیونکہ یہ اسوقت آنحضرت صلعم کی امت میں داخل ہیں اور آپکی شریعت کو منسوخ نہیں کر سکتے بلکہ اسی شریعت پر عمل کرنیکے مکلف ہیں پس جب ان انبیاء علیہم السلام کی نبوت آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں تو اسیطرح اگر حضرت ابراہیم اور حضرت عمر بھی نبی ہو جاتے تو انکی نبوت بھی آیت خاتم النبیین کے منافی نہ ہوتی اب اسوقت یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر میں آنحضرت صلعم کے بعد

نبوت کے دعوی پر کفر کا فتوی بالاجماع نقل کیا ہے۔ اسکا کیا مطلب ؟ اسکا جواب یہ ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا وجود خاتم النبیین کے منافی نہ ہونا امر دیگر ہے۔ اور اسکا عدم جواز امر دیگر ہے۔ ایک دلیل کے فوت ہونے سے دعوی باطل نہیں ہوتا جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ اس دعوی پر یہی دلیل ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ عیسےٰ علیہ السلام کا وجود باوجود اسکے کہ آپ نبی مرسل ہیں لانبی بعدی کے کیسے منافی نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ عیسےٰ علیہ السلام کو نبوت پہلے دی گئی ہے۔ اور اجماع اس امر پر ہے کہ آپکے بعد کسی کو نبوت نہیں ملے گی۔ پس ملا علی قاری بھی ختم نبوت کے قائل ہیں اور آنحضرتؐ کے بعد نبوت کے دعوی کو بالاجماع کفر سمجھتے ہیں اگرچہ غیر تشریعی نبوت کو آیت خاتم النبیین کے منافی نہیں سمجھتے یہ انکی غلطی ہے۔ سوال عیسےٰ اور خضر وغیرہ کی مثال دینے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملا علی قاری نے نبوت کا معنے لغوی نہیں بلکہ شرعی لیا ہے پس ملا علی قاری کیطرف دوسرا جواب جس میں نبوت کو لغوی معنے میں لیا گیا ہے کیسے درست ہو سکتا ہے۔

جواب۔ عیسےٰ علیہ السلام اگرچہ نبی مرسل صاحب شریعت ہیں مگر انکا وہ دور جس میں وہ نئی شریعت لاتے تھے گذر چکا ہے۔ اب آپ بحیثیت تابع کے آئینگے اور آپ پر جو وحی آئیگی اسکا شریعت مقرر کرنے سے کوئی تعلق نہ ہوگا پس اس وحی پر نبوت کا اطلاق بمعنے لغوی ہی ہوگا نہ شرعی جیسا کہ ہم پہلے تفصیل کر چکے ہیں۔ یہاں دو چیزیں ہیں (۱) نبوت کا کسی کو ملنا (۲) کسی نبی کا آنحضرتؐ کے بعد پایا جانا

اجماع پہلے امر کے عدم جواز پر ہے۔ نہ دوسرے کے عدم پر۔

سوال۔ اگر آپ پر اس قسم کی وحی نہ ہوگی جسکو نبوت سے تعبیر کرتے ہیں تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ آپ سے نبوت سلب ہو گئی ہے۔ جواب۔ جب ایک کام اپنے وقت پر ہو کر پورا ہو جاوے تو اسکو سلب ہونا نہیں کہتے جیسے قرآن مجید جب مکمل ہو گیا تو آنحضرتؐ پر پھر قرآن نہیں اترا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ آنحضرتؐ سے قرآن سلب ہو گیا۔ اسیطرح عیسےٰ علیہ السلام اپنے پہلے زمانہ میں وحی شریعت کا کام کر چکے ہیں اب اس امت میں اگر ان پر وحی شریعت نہ ہو۔

تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان سے نبوت سلب ہوگئی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ بحیثیت نبوت ان کا کام ختم ہوگیا ہے۔

(سوال ۱) اگر حدیث (لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ) (اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا ہوتا تو عمر ہوتا) سے صرف عمر کے نبی ہونے کا امکان نکلتا ہے تو حدیث ذیل (فَلَوْ کَانَ شَیْئٌ سَابَقَ الْقَدْرَ سَبَقَتْہُ الْعَیْنُ) (مسلم) اگر کوئی شئی تقدیر سے آگے بڑھتی تو نظر بد بڑھ جاتی)

سے صرف نظر بد کے بڑھ جانے کا امکان نکلتا حالانکہ حدیث میں وارد ہے۔ لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ (ترمذی) قضاء کو صرف دعا رد کرتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعا بھی تقدیر کو رد کرتی ہے۔

جواب (۱) حضرت عمر والی حدیث سے تو آپ کے بعد نبوت کا محال ہونا نکلتا ہے نہ ممکن ہونا۔ کیونکہ لو شرط و جزاء کی نفی کے لئے آتا ہے۔ اسی طرح حدیث سے نظر بد کے متعلق یہ نکلتا ہے۔ کہ وہ تقدیر کو رد نہیں کر سکتی

قرآن مجید میں ہے لَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِہٖ (رعد) وَاِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءً فَلَا مَرَدَّ لَہٗ (رعد) مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَا مُمْسِکَ لَہَا وَمَا یُمْسِکْ فَلَا مُرْسِلَ لَہٗ مِنْ بَعْدِہٖ (فاطر) اس کے حکم پر کو تعقب نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو تکلیف دینا چاہے تو اسکو کوئی رد نہیں کر سکتا اللہ تعالیٰ اگر لوگوں کیلئے رحمت کا دروازہ کھولے تو کوئی بند نہیں کر سکتا اگر بند کرے تو کوئی کھول نہیں سکتا

(۲) اور حدیث (قضاء کو صرف دعا رد کرتی ہے کا یہ مطلب ہے کہ دعا بھی ایک موثر چیز ہے۔ جس سے ایک مصیبت آئی ہوئی ٹل جاتی ہے کیونکہ قضاء کا اطلاق کبھی مصیبت آمدہ پر بھی ہوجاتا اور کبھی قضاء کا اطلاق اٹل امر پر ہوتا ہے۔ عموماً دوسری کو قدر اور پہلی کو قضاء سے تعبیر کرتے ہیں۔

تنبیہ۔ حدیث الو عاش۔ میں حضرت ابراہیم کی نبوت کو اسلئے معلق کیا گیا ہے کہ اس حدیث میں نبوت کے ملنے کا ذکر ہے نہ پہلے نبی ہونے کا اگر ابراہیم نبی ہوتے تو آپ فرماتے کہ آج نبی فوت ہو گیا ہے۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں" مگر آپ نے یہ نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اگر زندہ رہتا تو نبی بنتا۔ اور حدیث (لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میرے بعد کوئی نبی نہیں) کا یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہیں ملیگی سابق انبیاء کی نبوت اس جملہ (لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ) کے منافی نہیں کیونکہ آپ کے زمانہ میں بھی جو نبی فوت ہو چکے یا گذر چکے تھے سب نبی تھے اور اب بھی ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں بھی نبی تھے اور اب بھی نبی ہیں۔ اسیطرح سب انبیاء علیہم السلام سابقین سب کے سب نبی ہیں۔ بلکہ قیامت کے دن بھی لفظ نبی سے یاد کئے جائینگے اور تشہد میں ہر نمازی آنحضرت کیلئے نبی کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ جیسے صاحب کتاب کو صاحب کتاب کہتے ہیں کیونکہ اسکو کتاب دی گئی پس حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا معنے یہ مراد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی بننے والا نہیں ابن ماجہ کی حدیث خلفاء میں اسطرح لفظ آئے ہیں۔

"وَاِنَّهٗ لَیْسَ کَائِنٌ بَعْدِیْ نَبِیٌّ" (ابن ماجہ) میرے بعد کوئی نبی ہونیوالا نہیں۔

اسی لئے آپ نے فرمایا۔

اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ الْاُمَمِ (ابن ماجہ) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔

سوال۔ اگر حدیث (لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ اگر میرے بعد کوئی ہوتا تو عمر ہوتا) سے یہ نکلتا ہے کہ اس امت میں نبی ہو ہی نہیں سکتا تو حدیث (فَاِنْ یَّکُنْ) والی سے محدث کی بھی نفی ہو گی۔

جواب۔ اِنْ اور لَوْ میں فرق ہے۔ ان عام طور پر عکنات پر بولتے ہیں اور شک کی جگہ استعمال کرتے ہیں اور لَوْ نفی کے لئے آتا ہے۔ نحو اور معانی کی کتابیں دیکھو۔

سوال۔ حضرت عمر والی حدیث غریب ہے (جواب) غریب ہونے سے ضعیف نہیں بن جاتی۔

سوال اس حدیث میں جو فرمایا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اسکا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد قریب کے زمانہ میں کوئی نہیں ہوگا۔ کیونکہ مسیح کو نبی اللہ کہا گیا ہے

جواب۔ لفظ عام ہے قریب اور بعید دونوں زمانوں کو شامل ہے اور مسیح کو نبوت پہلے مل چکی ہے وہ پہلے انبیاء سے ہے۔

مسیح کے متعلق ایک حدیث

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ بَیْنِیْ وَبَیْنَهٗ نَبِیٌّ یَعْنِیْ عِیْسٰی وَاِنَّهٗ نَازِلٌ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْهُ فَاعْرِفُوْهُ رَجُلٌ مَرْبُوْعٌ اِلَی الْحُمْرَةِ وَ الْبَیَاضِ (ابوداؤد) ج ۲ ص ۱۳۵۔ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں اور وہ اترنے والا ہے جب دیکھو تو پہچان لو میانہ قد سرخی اور سفیدی مائل ہے۔

سوال۔ جس طرح لَمْ یَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں) میں حصر بنظر آماد (عوام) کے مانا جاتا ہے۔ اور دوسری حدیث (فَاِنْ یَّکُنْ) کا مورد خواص کو بنایا جاتا ہے۔ اسی طرح کفر کَانَ بَعْدِیْ نبی کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ یہ اور اعتبار ہے۔ اور مسیح موعود کی نبوت کا اور اعتبار۔

جواب۔ خواب والی حدیث جس میں مبشرات کو نبوت سے مستثنےٰ قرار دیا گیا ہے۔ عوام و خواص سب کو شامل ہے نہ کوئی کام اس سے آگے بڑھ کر نبی بن سکتا ہے نہ کوئی خاص۔ اور وہ حدیث جس میں محدث کا ذکر ہے اس میں

اول تو اس سے محدث کے ضرور ہونے کا یقین نہیں ہوتا اگر محدث کے ضرور ہونے کا ذکر ہو تو اس میں کوئی صیغہ عام نہیں پھر اگر اسکا مورد خاص ہے تو دوسرے قرائن کی بنا پر ہے۔ اور حدیث لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ عام ہے سب کو شامل ہے خواہ بڑا ہو یا چھوٹا اور مسیح سے مراد سابق نبی ہے نہ کوئی جدید مدعی۔ یہاں ایسا کوئی قرینہ نہیں جس سے اسکو خاص قرار دیا جائے بلکہ بہت سے قرائن ایسے موجود ہیں جن سے عموم قطعی بن گیا ہے۔

سوال۔ ایک اور بات جو صاحب فتح الباری اور ملا علی قاری نے لکھی ہے۔ وَقِیْلَ هُوَ اَنْ یَّکُ فِیْ اُمَّتِیْ اَحَدٌ فَعُمَرُ عَلٰی ظَاهِرِهٖ هٰذَا الْقَوْلُ وَرَدَ مَوْرِدَ الْمُتَرَدِّدِ۔ کہا گیا ہے کہ یہ حدیث (میری امت میں کوئی (محدث) ہوا تو عمر ہوگا) اپنے ظاہر پر ہے یعنے یہ کلام تردد کیلئے ہے۔

جواب۔ اس کلام کے ذکر سے کیا مقصد ہے اگر اعتراض کرنا مقصود ہے تو لغو ہے کیونکہ اس حدیث میں محدث ہونے میں بھی تردد ثابت ہوتا ہے حالانکہ اسکا درجہ نبی سے کم ہوتا ہے۔ پھر اس سے نبی کے ہونے کا کیسے ثبوت مل سکتا ہے۔ شائد سائل یہ سمجھ رہا ہے کہ اس حدیث میں نبوت کے بارہ میں تردد کا ذکر ہے۔ حالانکہ اس میں نبوت کے متعلق تردد نہیں بلکہ محدث کے متعلق ہے اور جس حدیث میں حضرت عمر کی نبوت کا ذکر ہے (کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر ہوتے) وہ حدیث اور ہے وہاں کفر کا لفظ اور لو نفی کیلئے ہے تردد کیلئے لفظ اِنْ ہوتا ہے۔

سوال۔ لِبِنَۃ والی حدیث میں لفظ (مِنْ قَبْلِیْ) صفت واقع ہے اور موصوف الانبیاء ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس قسم کے انبیاء پہلے ہوتے تھے یعنے براہ راست اس قسم کے انبیاء اب نہیں ہونگے۔

جواب۔ حدیث میں لفظ (مِنْ قَبْلِیْ) حال واقع ہے صفت نہیں اور حال سے توحید سمجھی جاتی ہے مگر یہاں وہ اتفاقی ہے نہ احترازی آخری جملہ (خُتِمَ بِیَ الرُّسُلُ) (میرے ساتھ رسول ختم ہوگئے) اور لفظ (اَنَا اللَّبِنَۃُ میں وہ اینٹ ہوں) اور لفظ خاتم النبیین میں خاتم النبیین ہوں) اسکی پوری پوری تشریح کر رہا ہے۔
نیز یہ کیسے معلوم ہوا کہ پہلے صرف بلاواسطہ نبی ہوتے تھے۔ اگر ہوتے تھے تو خدا نے سنت کی تبدیلی کب سے کی اس تبدیلی کی کیا دلیل ہے اور اس حدیث سے استدلال درست نہیں کیونکہ اس میں تبدیلی کا ذکر نہیں۔
سوال۔ یہ حدیث اس معنے کے رو سے جو تم نے کئے ہیں مسیح کی آمد ثانی کی بھی مانع ہے کیونکہ آخری اینٹ رسول کریم کے زمانہ میں نبوت کے محل میں رکھ دی گئی پھر کسی پہلی اینٹ کو اکھیڑ کر دوبارہ مکان میں لگانا فضول ہے۔
جواب۔ مسیح نبوت کے مکان کی ایک اینٹ ہے جو اپنے وقت اپنی جگہ لگ چکی ہے اور قیامت کے دن بھی وہ اس مثالی مکان کی اینٹ ہونگے اسیطرح اب اگر دنیا میں تشریف لائیں تو اس مکان سے علیحدہ نہیں ہونگے تاکہ پھر دوبارہ آپکو لگایا جائے قادیانیوں کو شاید یہ وہم اسلئے ہوا ہے کہ وہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ وہ مکان آسمان یا عالم مثال میں کوئی نفس الامری وجود رکھتا ہے اور سب انبیاء اپنا اپنا مکان لئے ہوئے اس میں پیوست ہیں۔
پس جب مسیح عالم مثال سے عالم شہادت میں یا آسمان سے زمین پر تشریف لائینگے تو لامحالہ اس نقل و حرکت سے وہ اس مکان سے اکھڑ جائیں گے یہ محض وہم ہی وہم ہے کیونکہ یہ مکان تمثیلی ہے یعنے فرضی ہے ایسی تمثیلات میں وجود عقلی ہوتا ہے اسکا مطلب صرف یہ ہے کہ جیسے آخری اینٹ سے مکان مکمل ہوجاتا ہے اسیطرح میری آمد سے نبی ختم ہوچکے ہیں میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں
سوال۔ اگر اس امت میں دجال ہی دجال ہوں کوئی صادق نہ ہو تو یہ امت شر الامم ہوں نہ خیر الامم۔

جواب یہ سوال بھی عجیب ہے اگر سارے مدعی نبوت دجال ہی ہوتی کوئی سچا نہ ہو تو یہ امت شرالامم ہوئی یہ اس طرح ہے کہ کوئی اگر ہر مدعی ابوبیت جھوٹا اور دجال ہی ہو کوئی سچا نہ کوئی سچا نہ ہو تو یہ امت شرالامم ہوئی سبحان اللہ کیسی سمجھ ہے۔ جب ایک امر کا دعویٰ شرعاً سراسر کذب وافترا ہے تو اس میں تقسیم کی گنجائش کب۔ ہاں جو کمالات اس امت کے لئے باقی ہیں وہ بھی اس امت میں نہ ہوں تو اس صورت میں اس امت کے شرالامم ہونے کا احتمال ہے اس امت کا کمال اب نبی کی متابعت میں ہے اور حدیث شریف میں کہ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔

وَعَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّے اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ اُمَّتِيْ مَنْصُوْرِيْنَ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ قَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيْ هُمْ اَصْحَابُ الْحَدِيْثِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَقَالَ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ

قرۃ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت میری امت سے اللہ کی مدد پائی رہے گی ان کو خوار کرنے والا نقصان نہیں دے گا۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو امام ابن المدینی فرماتے ہیں یہ جماعت اصحاب حدیث کی ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ اور یہ گروہ قطعاً صادق۔ ہے نہ کاذب معترض نے یہ سمجھا ہے کہ مدعی نبوت صادق ہو تو اس امت میں صادق ہونگے ورنہ نہیں۔ قرآن مجید میں ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِيْنَ (سورہ توبہ)

اے ایمان دارو اللہ سے ڈرو اور صادقوں (سچوں) کے ساتھ ہو جاؤ۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ (حدید)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہ بڑے صادق (سچے) ہیں۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ

مؤمن وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے

وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ (حجرات)

رسول پر ایمان لائے۔ پھر شک میں نہ پڑے اور اپنے مال اور اپنی جان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ صادق (سچے) ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ اس امت میں صادق موجود ہیں اور صادق کا نبی ہونا ضروری نہیں جب صادق ہوئے تو شر الامم نہ ہوئے ہاں نبی غیر نبی سے افضل ہوتا ہے اس سے یہ لازم نہیں جس امت میں نبی گذرے ہیں وہ امت مجموعی طور پر اس امت سے افضل ہو ورنہ لازم آئے گا کہ پہلی امتیں آں حضرت کے صحابہ سے افضل ہوں کیونکہ صحابہ سے کوئی نبی نہیں ہوا۔ کسی مجموعہ کی فضیلت اگر دوسرے مجموعہ پر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ ہر فرد پہلے کا دوسرے ہر فرد سے افضل ہے مثلاً عرب کی غیر عرب پر فضیلت ہے اس سے لازم نہیں آتا کہ غیر عرب نبیوں پر بھی عرب افضل ہوں۔ اسی طرح قریش غیر قریش سے افضل ہیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بلال سے ابو جہل افضل ہے۔

سوال مسیح موعود کو نبی کریم نے خود نبی فرمایا ہے۔

جواب وہ مسیح ناصری ہیں نہ قادیانی وہ مریم کے بیٹے ہیں جو حدیث میں ہے۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ لَيُوْشِكَنَّ اَنْ يَّنْزِلَ فِيْكُمُ ابْنُ مَرْيَمَ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَيَقْتُلَ الْخِنْزِيْرَ وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ وَيَفِيْضَ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهٗ اَحَدٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى تَكُوْنَ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا ثُمَّ

قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان عن قریب تم میں ابن مریم اترے گا حکم اور عادل ہو کر صلیب کو توڑے گا خنزیر کو قتل کرے گا۔ اور جزیہ اٹھائے اور مال بہت ہوگا۔ یہاں تک کہ اس کو کوئی نہ لے گا۔ ایک سجدہ دنیا اور جو اس میں ہے اس سے بہتر ہوگا۔ پھر ابو ہریرہ کہتے

يَقُوْلُ اَبُوْهُرَيْرَةَ اقْرَؤُا اِنْ شِئْتُمْ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ الآیۃ (نساء) — اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو۔ تمام اہل کتاب مسیح کی موت سے پہلے اس پر ایمان لائیں گے۔

سوال تیس دجال تو مرزا صاحب سے پہلے پورے ہو چکے ہیں جواب تیس کا لفظ حصر کے لئے نہیں بعض روایات یہ بھی ہے کہ ستر کذاب ہوں گے اگر تیس گزر چکے ہیں تو مرزا صاحب کا نمبر ۳۱ ہو گا۔ اگر تیس سے مراد شوکت اور بہت مریدوں والے مراد ہوں تو اس صورت میں ان کو تیس میں مندرج ماننا پڑھے گا۔

سوال دجالوں سے مراد وہ ہے جو جھوٹی حدیث بنا کر گویا اپنے نفس کو رسول اللہ بناتے ہیں۔

جواب حدیث میں صاف لفظ ہے کُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيُّ اللّٰهِ یہ دجال سارے کے سارے اس قسم کے ہونگے کہ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نَبِيُّ اللّٰهِ ہوں نیز جو مدعی نبوت آں حضرت کے بعد ضروری ہے کہ جھوٹا ہو اور اپنی طرف حدیثیں گھڑے یا گھڑی ہوئی حدیثوں کو اپنے پر چسپاں کرنے کی کوشش کرے۔ مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق مرزا صاحب کا جھوٹ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ اسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ هٰذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ (یعنے یہ اللہ کا خلیفہ ہے مہدی) اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے۔ جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔

شہادت القرآن مولفہ مرزا صاحب — مرزا صاحب کا دوسرا جھوٹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ میں لکھتے ہیں بات یہ ہے کہ جیسا کہ مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات

قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے یہ جو کچھ لکھا ہے مکتوبات میں کہیں نہیں بلکہ مکتوبات عداوت ذیل ہے۔ واذا الکثر ھذا القسم من الکلام مع واحد منھم یسمی محدثا۔ مکتوبات جلد ثانی صہ ۹۹ جب اس قسم کی کلام کا شرف کسی کو کثرت کے ساتھ حاصل ہوتا ہے تو اس کو محدث کہتے ہیں مجدد صاحب کو یہ کلام مرزا صاحب نے دوسری جگہ بھی نقل کی ہے ازالہ اوہام صہ ۹۱۴ مگر اس وقت چونکہ صرف محدث بننے پر اکتفا کیا تھا اس واسطے وہاں محدث کا لفظ بھی نقل کیا ہے مگر جب یہ سمجھا کہ مرید ہر دعوے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں تو اس وقت لفظ نبی نقل کر دیا۔ اور کھلم کھلا نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور بعض جگہ ساتھ مجاز کی پخر بھی لگا دی۔ کیونکہ بعض مرید اس قسم کے بھی تھے۔ جو نبوت کے دعوی سے بدکتے تھے کے ہاں محدث اور نبی کے الہام میں یہ فرق ہے کہ نبی کا الہام قطعی ہوتا ہے اور محدث کا الہام قطعی نہیں ہوتا۔ نبی کے الہام سے کسی مسئلہ کی صحت و حسار کا علم ہوتا ہے اور محدث کے الہام سے نہیں ہوتا۔ پس جب دونوں کی کو قطعی اور قابل استدلال تسلیم کیا گیا تو اس صورت میں ایسی بات کا دعوے ہوا جو اہل سنت کے نزدیک غلط اور کفر ہے پس اس کے بعد اس کو محدث سے تعبیر کرو یا نبوت سے بات ایک ہی ہے۔ یہ نزاع لفظی ہے۔ اسی قسم کے جھوٹ بہت ہیں علماء نے ان کو قلم بند کیا ہے۔ عاقل کو اشارہ کافی ہے۔

حدیث (لَانَبِیَّ بَعْدِیْ) پر اعتراضات

(۱) لا ہمیشہ نفی ذات کی نہیں کرتا۔ بلکہ وصف کی نفی کے لئے بھی ہوتا ہے۔ جیسے لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ علی کے سوا کوئی جوان نہیں ہے کامل

وَلَا سَیْفَ اِلَّا ذُوالْفِقَارِ	جوان نہیں۔ ذوالفقار کے سوا کوئی تلوار نہیں یعنے بہت عمدہ تلوار نہیں بغیر فاتحہ کے
لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ	نماز نہیں یعنے کامل نماز نہیں۔

جیسے ان تین مثالوں میں ذات کی نفی نہیں بلکہ کمال کی نفی ہے۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں بھی کمال کی نفی ہو۔ یعنے صاحب شریعت نبی نہیں وغیرہ وغیرہ جواب لاجو نفی جنس کے لئے مشہور ہے۔ دراصل وہ جنس سے صفت کی نفی کے لئے ہے۔ اگر صفت بصورت خبر مذکور ہو تو اس صفت کی نفی ہوگی خواہ خاص ہو جیسے لَا غُلَامَ رَجُلٍ ظَرِیْفٌ آدمی کا غلام ظریف نہیں اس مثال میں صرف مرد کے غلام سے ظرافت کی نفی ہے۔

اگر صفت عام ہو تو اس کی نفی ہوگی۔ مگر وصف عام کی نفی سے اسم لا کی بھی نفی ہوگی۔ کیونکہ بغیر وصف عام کے کسی شئی کا وجود محال ہوتا ہے جیسے لَا رَجُلَ مَوْجُوْدٌ فِی الدَّارِ۔ کوئی آدمی گھر میں موجود نہیں اگر خبر محذوف ہو تو قاعدہ یہی ہے کہ افعال عامہ سے خبر نکالی جاتی ہے اگر کوئی قرینہ ہو تو افعال خاصہ سے نکالی جاتی ہے یہاں افعال عامہ سے نکالی جائیگی کیونکہ اصل یہی ہے بلکہ یہاں ابن ماجہ کی حدیث میں کائن کا لفظ بھی موجود ہے جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہاں خبر افعال عامہ سے نکالی جائے گی جیسے (۱) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (۲) لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (۳) لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ ان تینوں مثالوں میں جنس کی نفی ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا معنے ہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا معنے ہے اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی کام سے رک سکتا ہے اور نہ کوئی کام کرسکتا ہے۔ لَاصَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ بدوں فاتحہ کے نماز نہیں حقیقی معنے چھوڑ کر مجازی معنے لینے کے لئے قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے صرف اس سے کام

نہیں چلتا لانفی ہمیشہ ذات کی ہی نہیں ہوتی۔ بلکہ وقف کی بھی ہوتی ہے لہذا اس جگہ وقف کی نفی مراد ہوگی اگر اتنی وسعت دی جائے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ میں بھی ایک شخص نفی وصف کی مراد لے سکتا ہے تو پھر توحید کیسے ثابت ہوگی۔ جو تین مثالیں معترض نے ذکر کی ہیں وہاں مجازی معنے لینے کے لئے قرینے موجود ہیں لافتیٰ میں حضرت علی کے علاوہ دوسرے جوانوں کا پایا جانا اور لَا سَیْفَ میں دوسری تلواروں کا وجود یہ قرینہ ہے کہ یہاں جنس کی نفی نہیں اسی طرح لَا اِیْمَانَ اور لَا دِیْنَ میں جو لوگ مجازی معنے لیتے ہیں وہ ان احادیث کو قرینہ قرار دیتے ہیں جن میں گناہ گاروں کی معافی اور دوزخ سے رہائی پاکر جنت میں داخل ہونے کا ذکر ہے کیونکہ جنت میں صرف مومن ہی جائیں گے اور جو ان احادیث کو ظاہر پر رکھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں عہد اور امانت ایسے عام لفظ ہیں کہ ان میں سارا دین آجاتا ہے جب جنس دین کی نفی ہوئی تو کفر آگیا جب کفر آیا تو ایمان اور دین اٹھ گیا اور حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں ایمان سے مراد ایمان واجب ہے جس میں سب واجبات کا کرنا اور سب کبائر سے بچنا داخل ہے اب ظاہر ہے کہ عہد اور امانت واجبات سے ہیں ان کے اٹھنے سے ایمان کی نفی درست ہے۔ اسی طرح اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ (جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا) میں خارج میں کسرے کا پایا جانا قرینہ ہے کہ اس جگہ ان کی نفی سے مخصوص جگہ سے نفی (یعنے عراق میں نہ رہنا) مراد ہے اسی طرح اِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُہٗ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ (جب قیصر ہلاک ہو تو کوئی قیصر نہیں) میں قیاصرہ کا وجود قرینہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ علاقہ شام میں قیصر نہیں رہے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ قریش گرمی اور جاڑے میں عراق اور شام میں تجارت کے لئے جاتے آتے تھے جب قریش مسلمان ہوگئے اور مسلمانوں کی مخالفت کا اثر روم و ایران میں جا پہنچا اب قریش ڈر گئے کہ ہماری

تجارت کو نقصان پہنچے گا اس وقت آپ نے فرمایا اس فرمان کا مقصد یہ تھا کہ قریش کو اپنی تجارت کے متعلق اطمینان ہو جائے اس پیش گوئی کے بعد اگرچہ کسریٰ اور قیصر میں تسلسل رہا مگر عراق اور شام سے ان کی حکومت اٹھ گئی فرق صرف اس قدر ہے۔ کہ کسریٰ نے آں حضرت کے خط کی بے ادبی کی اس پر آپ نے بد دعا کی اس کی نسل میں تسلسل تھوڑی مدت رہا خلافت راشدہ ہی میں ختم ہو گیا بخلاف قیصر کے اس نے آپ کے خط کی تعظیم کی آپ نے ان کے بقا کے متعلق بھی کہا اس لئے اس کے خاندان میں مدت تک تسلسل رہا دیر کے بعد ختم ہوا (فتح الباری) اس لئے قرینہ کی بنا پر مجازی معنے لینا پڑا اور حدیث لا نبی بعدی میں حقیقی معنے کی نفی پر کوئی قرینہ نہیں در صابق نبی کی آمد کی نفی اس صیغہ سے مفہوم نہیں ہوئی۔

سوال خاتم النبیین بمعنے مصدق ہے۔ مجمع البحار میں ہے

اُوْتِیْتُ جَوَامِعَ الْکَلِمِ وَخَوَاتِیْمِہٖ اَیِ الْقُرْاٰنَ خُتِمَتْ بِہِ الْکُتُبُ السَّمَاوِیَّۃُ وَھُوَ حُجَّۃٌ عَلٰی سَائِرِھَا وَمُصَدِّقٌ لَھَا	مجھے ایسے کلمات عطا ہوتے ہیں جو جامع اور خاتم ہیں اس سے مراد قرآن ہے اس کے ساتھ آسمانی کتب کا خاتمہ ہوا اور یہ سب کتب پر حجت اور ان کا مصدق ہے۔

جواب مجمع البحار میں مصدق خاتم کی تفسیر نہیں بلکہ اس کے خاتم بمعنے آخر کے لوازم میں سے ایک لوازم کا ذکر ہے خاتم کی تفسیر تو پہلے جملہ خُتِمَتْ بِہِ الْکِتَابُ (اس کے ساتھ کتابیں ختم کی گئیں) میں بیان کی گئی ہے۔ اسی صفحہ میں خاتم کا معنے یہ (لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میری بعد کوئی نبی نہیں) کیا ہے اور صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے۔

وَالْخَاتِمُ وَالْخَاتَمُ مِنْ اَسْمَائِہٖ خاتم اور خاتم آں حضرت کا نام ہے

صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (ش) بِالْفَتْحِ اِسْمٌ فتح کے ساتھ اسم ہے یعنے ان کے آخر
اَیْ اٰخِرُھُمْ وَبِالْکَسْرِ اِسْمُ فَاعِلٌ ہیں کسرہ کے ساتھ اسم فاعل ہے۔

اور خَاتِمَ الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ کے معنے ہیں کتب لغت میں سطور ہے اور مجمع البحار کی پہلی عبارت میں قرآن کو خاتم کہا ہے اور اسی کو مصدق کہا ہے اگر خاتم کا معنے یہ کہا جاوے کہ آپ کی معرفت نئے نبی بنتے ہیں تو قرآن سے اس معنے کے اعتبار سے نئی کتابیں بننی چاہیئے۔

سوال خاتم النبیین آلِ استغراق نہیں بلکہ ایسا ال ہے جیسے یَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ میں ہے اور یہ الُ استغراقی نہیں کیونکہ سارے نبی قتل نہیں ہوئے۔

جواب جمع مذکر سالم پر اگر الف ولام داخل ہے تو اصل یہی ہے اور جمع افراد کے لئے ہو جیسے رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سارے عالموں کا رب
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ فَاِنَّ اللّٰہَ اللہ تعالےٰ سب محسنین سے محبت کرتا ہے
لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ اللہ تعالےٰ کسی کافر سے محبت نہیں کرتے

اگر قرینہ پایا جائے تو اس سے بعض افراد مراد لئے جاسکتے ہیں جیسے لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا فرقان آں حضرت پر اس لئے نازل کیا تاکہ وہ جہاں والوں کو ڈرائیں اس جگہ عالمین سے مراد وہ ہے جن وانس ہیں جو آپ کی بعثت کے بعد قیامت تک آپ پر ایمان لانے کے مکلف ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ رب العالمین میں بھی تخصیص ہو۔ اسی طرح خاتم النبیین میں بجز آپ کے سب نبی مراد ہیں کیونکہ آپ مضاف ہیں اور مضاف مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی قرینہ نہیں جو تخصیص پر دلالت کرے اور یَقْتُلُوْنَ النَّبِیِّیْنَ (قتل کرتے ہیں نبیوں کو) میں تین قرینے ہیں جس سے نبیین کی تخصیص کی جاتی ہے (۱) لفظ قتل کیونکہ بعض جگہ قرآن مجید نے بعض نبیوں کے قتل کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ

(ایک فریق کو قتل کرتے ہو) اور واقعہ بھی اسی طرح ہے کہ بعض نبی قتل ہوئے یہ قرینہ حسی ہے اور پہلا لفظی (۲) یہود کا فاعل ہونا۔ کیونکہ یہود صرف انہی کو قتل کر سکتے تھے جو نبی ان میں ہوئے (۳) بعض انبیاء کے غیر مقتول ہونے کا ذکر واللّٰہ یَعصِمُکَ مِنَ النَّاسِ۔ اللہ مجھے لوگوں سے بچائے گا یہ تین قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں بعض نبی مراد ہیں۔

سوال نبوت ایک نعمت ہے اس امت سے نعمت کیوں سلب ہوئی۔

جواب نزول کتاب اور نبوت تشریعی بھی اور نبوت مستقل بھی لامحالہ ایک نعمت ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ — بے شک مومنوں پر اللہ کا احسان ہے
اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا — جب اس نے ان میں ایک رسول بھیجا۔
(آلِ عمران)

جب یہ نعمت باوجود بند ہونے کے امت میں نقص پیدا نہیں کرتی تو اسی طرح اگر مطلق نبوت نعمت ہو تو ختم ہونے کی صورت میں کوئی نقص پیدا نہیں کرے گی کیونکہ نعمت اپنے وقت میں نعمت ہے نہ غیر وقت میں جیسے بارش اللہ کی رحمت ہے مگر اپنے وقت میں نعمت ہے اگر بے وقت ہو تو عذاب بن جاتی ہے طاعون کفار کے لئے عذاب ہے اور مومنوں کے رحمت نبوت کی ضرورت ہو تو نعمت ہے اگر ضرورت نہ ہو تو ایک قسم کا عذاب ہے کیونکہ جو ایمان نہ لائے گا وہ نجات سے محروم رہے گا۔ اور امت میں تفریق لازم آئے گی یعنے بعض افراد اور امت بن جائینگے سو اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو اس سے بچا لیا۔

سوال آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا — اللہ فرشتوں اور انسانوں سے رسول

وَمِنَ النَّاسِ (حج) چنتا ہے۔

اور آیت ذیل اس کی موید ہے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِي مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاءُ (آل عمران) — اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں سے جسے چاہے پسند کرے۔

جواب اس آیت میں فعل مضارع محض اس غرض کے لئے ہے۔ کہ بتا دے کہ اصطفا اور اجتباء اللہ کا کام ہے جس کو چاہے رسول بنائے اور جس کو چاہے رسولوں سے انتخاب کرے اس آیت کا یہ معنے نہیں کہ اللہ تعالےٰ چنتا ہے اور چنتا رہے گا یعنی یہاں مضارع تجدد و استمرار کے لئے نہیں اس کی نظیر آیت ذیل ہے۔

هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖ اٰيَاتٍۭ بَيِّنَاتٍ :- حدید — اللہ ہی اپنے بندے پر بین آئتیں اتارتا ہے۔

اس آیت میں بھی صیغہ مضارع کا ہے اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن کا نزول مستمر ہو۔ جہاں غرض یہ ہو کہ فعل کو اللہ کے ساتھ مختص کیا جاوے وہاں مضارع اثبات فعل کے لئے ہوتا باقی رہا فعل کا دائم یا غیر دائم ہونا یہ اس صیغہ سے ثابت نہیں ہوتا نہ اس کی نفی ہوتی ہے اس کی نفی یا اثبات کے لئے دوسری دلیل کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس سے یہ استدلال کرنا کہ فعل مستمر ہے لغو ٹھہرتا ہے۔ سورہ حج میں کہ کے اس استبعاد کو رد کیا گیا ہے جو وہ کہتے تھے کہ رسول کوئی بڑا آدمی ہونا چاہیئے....

.......یا فرشتہ بھی ہونا چاہیئے نہ انسان۔ اس استبعاد کو اس طرح رفع کیا کہ انتخاب میرا کام ہے نہ تمہارا میں جسے چاہوں منتخب کروں باقی رہی یہ بات کہ وہ انتخاب مستمر ہے یا منقطع یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہوگا اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے۔

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ (نحل) — ملائکہ کو اپنی روح امر کے ساتھ جس بندے پر چاہے اتارے۔

اس آیت کا مطلب بھی یہی ہے کہ فرشتوں کو اپنا امر (روح) دیگر کسی بندے پر اتارنا اللہ کا کام ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ مضارع حال اور استقبال کے لئے ہے یعنے ان دونوں زمانوں سے ایک زمانے کے لئے مستعمل ہے ایک زمانہ کی تعیین کے لئے قرینے کی ضرورت ہوتی ہے جب ایک زمانہ متعین ہو جائے تو دوسرے زمانہ کا ارادہ کرنا منع ہو جاتا ہے جیسا کہ کتب نحو میں لکھا ہے (شرح جامی)

تیسرا جواب یہ ہے کہ اصطفا کا تعلق انسانوں اور فرشتوں دونوں سے ہے جب ایک فعل دو چیزوں کے ساتھ متعلق ہو تو ضروری نہیں کہ فعل کا تعلق دونوں کے ساتھ برابر ہو پس جب فرشتوں سے رسول آتے رہتے ہیں اور انسانوں میں بند ہو گئے ہیں تو فعل کے صدق کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ فرشتوں میں یہ سلسلہ اصطفاء کا جاری رہے اور انسانوں میں بند ہو جائے یہ سلسلہ فرشتوں میں جاری ہے کیونکہ فرشتوں کو مختلف امور کے لئے بھیجا جاتا ہے جان قبض کرنے کے لئے بھی فرشتے بھیجے جاتے ہیں قرآن مجید میں ہے تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا انعام ہمارے رسول ان کی جان قبض کرتے ہیں وغیرہ۔

سوال آیت ذیل سے بھی معلوم ہوا کہ نبوت جاری ہے۔

يَا بَنِيْ آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ (اعراف)	اے بنی آدم اگر تمہارے پاس رسول تم میں سے آئیں۔ تم پر میری آئتیں پڑھیں۔

جواب (۱) اس آیت میں آدم کی نسل کو خطاب ہے۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آدم اور اس نسل کو ایک ہاتھ میں لے کر یہ خطاب فرمایا تھا۔ سو یہ وعدہ انبیاء اور رسولوں کے مسلسل آنے سے یہاں تک کہ حضرت محمد رسول اللہ تشریف لائے۔ پورا ہوا۔

سوال یہ آیت سورہ اعراف کی ہے۔ اس آیت میں بنی آدم کو خطاب ہے اس آیت سے پہلے بھی چند بار بنی آدم کو خطاب کیا گیا اور وہ خطاب عام ہے جس میں قیامت تک کے لوگ شریک ہیں اس میں بھی شریک ہونے چاہیئے۔

جواب اس خطاب میں بھی قیامت تک کے لوگ شریک ہیں مگر اس خطاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر زمانہ میں رسول آتے رہیں حدیث شریف میں ہے کہ میرے اور مسیح کے درمیان کوئی رسول نہیں یہ زمانہ فترت کا کہلاتا ہے یہ لوگ بھی اس خطاب میں داخل ہیں مگر ان کے زمانہ میں کوئی رسول نہیں آیا۔ قرآن مجید میں ہے۔

لِتُنْذِرَ قَوْماً مَّاۤ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ (سورہ سجدہ) تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تیرے پہلے کوئی نذیر نہیں آیا۔

مرزا غلام احمد نے بھی لکھا ہے۔ اتنی مدت میں میں ہی نبی کا نام پانے کے قابل ہوا ہوں تیراں سو سال تک کے لوگ باوجود مخاطب ہونے کے کسی رسول کو نہ دیکھ سکے۔ حالانکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے پس معلوم ہوا کہ یہاں خطاب جنس کو ہے اس کا پورا ہونا اس طرح بھی متصور ہو سکتا ہے۔ کہ بنی آدم میں رسول آئے ہوں نہ یہ کہ ہر قرن میں ہوں جس شخص کو کسی نبی کو تعلیم پہنچے گویا اس کے پاس نبی آگیا۔ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ (انعام) میں تمہارے لئے بھی نذیر ہوں اور اوپر اس شخص کے لئے جس کو قرآن پہنچے پس اب ہمارے لئے رسول وہی ہیں اور آپ کی شریعت ہمارے لئے واجب التعمیل ہے۔

(۲) آیت میں لفظ ان کا ہے۔ جس کا تحقق ضروری نہیں بلکہ بعض جگہ اس کا استعمال غیر واقع پر بھی ہوا ہے۔

اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ (زخرف) اگر رحمٰن کی اولاد ہو تو میں اس کا پہلا پرستار ہوں۔

ایک جگہ فرمایا۔

اِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا (مائی مریم کو فرمایا) اگر تو بشر سے کسی کو دیکھے
فَقُوْلِیْ (مریم) تو یہ کہہ دے۔

اب اس ایت میں یہ ذکر ہے کہ اگر تو کسی بشر کو دیکھے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مائی مریم قیامت تک زندہ رہیں۔

(۳) نبوت اور رسالت میں فرق ہے۔ اگرچہ نبوت اور رسالت من اللہ میں عام وخاص کی نسبت مشہور ہے۔ مگر تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں عام وخاص من وجہ کی نسبت ہے اور اس نسبت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ جیسے بعض نبی رسول نہیں ہوئے اسی طرح بعض نبی نہیں ہوتے جیسے فرشتے رسول مگر بعض کا یہ خیال ہے کہ رسول کا اطلاق کبھی مبلغ پر ہی ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ آیا ہے نہ قَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالْاَنْبِیَاءِ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسل سے مراد مرسل ہیں خواہ وہ رسول ہوں یا نبی ہوں یا محدث شہادت القرآن صـ ۲۸

اب یہ واضح ہے کہ آیات مذکورہ بالا میں لفظ رسول مذکور ہے کسی آیت میں لفظ نبی وارد نہیں ہوا۔ کلام ختم نبوت اور ختم رسالت من اللہ میں ہے۔ نہ مطلق رسالت میں جس کے معنے تبلیغ کے بھی ہیں۔ اس معنے کے اعتبار سے تو جمیع علماء امت رسل ہوئے۔

سوال سورہ فاتحہ میں ہے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اور سورہ نساء میں ہے۔

وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ

وہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جن پر اللہ نے انعام کیا ہی یعنی نبیوں صدیقوں شہیدو اور صالحین کے ساتھ ہوگا۔

سورہ فاتحہ میں یہ کہا کہ یا اللہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی راہ بتا اور سورہ نساء میں ان کا ذکر کیا جن پر انعام ہوا دونوں آیتوں کے ملانے سے یہ معنے ہو کہ یا اللہ مجھے نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کی راہ بتا جب کسی گروہ کی راہ پر عمل کرے گا تو اسی گروہ میں داخل ہو جائے گا۔ جیسے صالحین شہدا اور صالحین کی راہ اختیار کرنے سے صالح شہید اور صدیق بن سکتا ہے۔ اسی طرح نبی کی راہ اختیار کرنے سے نبی بننا چاہیئے۔ پھر سورہ نساء میں بالکل صراحت ہے کیونکہ وہاں یہ فرمایا کہ جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرے گا وہ ان مذکورہ بالا فریقوں کے ساتھ ہوگا۔ ساتھ تب ہی ہو سکتا ہے۔ جب اس گروہ میں داخل ہو اجب صالح کے ساتھ ہونے سے صالح بن سکتا ہے شہید کے ساتھ ہونے سے شہید بن سکتا ہے اور صدیق کے ساتھ ہونے سے صدیق بن سکتا ہے تو کیا وجہ ہے نبی کے ساتھ ہونے سے نبی نہ بنے

جواب استدلال کی بنیاد دو چیزوں پر ہے (یعنے ہدایت اور معیت) سورہ فاتحہ کی آیت سے استدلال کی بنیاد اس امر پر ہے کہ جس فریق کے راستہ پر چلے گا۔ اسی فریق میں داخل ہوگا۔ کسی فریق کے راستہ پر چلنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اسی قسم کے اعمال اختیار کرے جب صالحین کے اعمال اختیار کرے گا تو صالحین کے گروہ میں داخل ہوگا اگر شہید۔ یا صدیق کے اعمال اختیار کرے گا تو شہید یا صدیق بنے گا۔ اسی طرح اگر نبی کے اعمال اختیار کرے تو نبی ہوگا۔

اس استدلال میں یہ کمزوری ہے کہ اس میں کسی فریق کے طریق پر چلنے سے یہ سمجھ

لیا ہے کہ اب ہر وجہ سے وہ فریقِ مذکور کی طرح ہو گیا ہے اور یہ غلط ہے اس سے لازم آتا ہے۔ کہ ہر شخص نبی ہو۔ کیونکہ ہر شخص کو نبی کی اتباع کا حکم ہے اور ہر شخص صدیق و شہید اور صالح اس پر عمل کرتا ہے بس چاہیئے کہ ہر ایک ان میں سے نبی ہے اس غلطی کی وجہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا گروہوں کے مختلف طریقے فرض کر لئے گئے ہیں حالانکہ ان کا طریق ایک ہی ہے۔ فرق صرف مراتب کا ہے۔ عملی پروگرام سب کے لئے یکساں ہے سوائے چند خصوصیات کے سب فریق اعتقاد و عمل میں برابر کے ذمہ دار ہیں نبی اور غیر نبی میں فرق انتخاب کا ہے اور انتخاب میں استعداد کے علاوہ ضرورت کا بھی لحاظ ہے۔ جب ضرورت ختم ہو چکی تو اس کی جدوجہد اور اس کا مطالبہ بے معنے ہے یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام بھی یہ دعا پڑھتے تھے اور صدیق بھی یہ دعا کرتے تھے مگر نبی نہیں بنے۔ کیونکہ نبی کی ضرورت نہیں رہی اور عورتیں بھی یہ دعا پڑھتی ہیں حالانکہ عورت رسول نہیں بن سکتی جب ان کا طریق ایک ہی ٹھہرا تو اس صورت میں اختلاف عمل کا سوال ہی ہوا نہیں ہوتا نبی اور صدیق میں عمل کا فرق نہیں بلکہ انتخاب کا ہے اسی طرح صدیق اور شہید میں فرق باطنی ہے یہی حال صالح غیر صالح میں فرق کا ہے پس ان کے راستوں کو الگ الگ سمجھنا پہلی غلطی ہے۔ سورہ نساء سے استدلال کی بنیاد معیت کے مفہوم پر ہے کہ معیت کا معنے کیا ہے کیا یہ مطلب ہے کہ جو نبی کے ساتھ ہو وہ نبی ہے یا یہ مطلب ہے کہ جہاں نبی گیا ہے یعنے جنت میں یہ بھی وہاں جائے یہاں دوسرا مفہوم ہی مراد ہو سکتا ہے جیسے زبانِ ذیل سے لازم ہوتا ہے۔

اِنَّ اللہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (بقرہ) اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

اِنَّ اللہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (نحل) اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

اگر معیت عینیت کو مستلزم ہوتی تو ان آیات کا یہ مطلب ہوتا کہ اللہ صابر ہے اور متقی ہے۔

معیت کے لئے جیسے یہ ضروری کہ ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اس کے صفات میں شریک ہو ویسے یہ بھی ضروری نہیں کہ اس کے صفات میں شریک نہ ہو بس جیسے یہ آیت اثبات نبوت کے لئے حجت نہیں اسی طرح اثبات صدیقیت شہادت اور صلاح کے لئے بھی پیش نہیں ہو سکتی ان کا ثبوت اور علوم ثبوت دوسرے دلائل سے معلوم ہوگا۔ صدیقیت شہادت اور صلاح کے لئے تو دوسری جگہ صراحت موجود ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ — جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی اپنے رب کے ہاں صدیق اور شہید ہیں۔

اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ (انبیاء) — زمین کے وارث میرے بندے صالح ہونگے۔

ان دو آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کے علاوہ تین کمالات صدیقیت شہادت اور صلاح باقی ہیں اور نبوت دلائل مذکورہ بالا کی بنا پر ختم ہو چکی ہے معیت سے مراد کسی وصف ذاتی میں شرکت نہیں بلکہ جنت میں داخل ہونے میں شرکت مراد ہے جیسے حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ (ترمذی) دارمی دارقطنی ابن ماجہ مشکوٰۃ صفحہ ۲۴۲ — سچا امین تاجر (قیامت کے روز) نبیوں صدیقوں شہیدوں کے ساتھ ہوگا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ ایسا تاجر نبی بن جاتا ہے۔

ہمارے بیان کردہ معنی کی تائید حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے۔

عَنْ عَائِشَۃَ رض فَسَمِعْتُہٗ یَقُوْلُ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ ..... (المتفق علیہ)

مائی عائشہ صدیقہ رض فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے (وفات کے وقت) سنا فرماتے تھے (یا اللہ مجھے) ان لوگوں کے ساتھ کر جن پر تو نے انعام کیا یعنی نبی صدیق شہید اور صالح گروہ کے ساتھ کر

اب ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نبی رسول تھے پھر بھی فرما رہے ہیں یا اللہ مجھے نبیوں صدیقوں شہیدوں اور صالحوں کے ساتھ کر اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ مجھے دنیا سے اٹھا کر اپنے قرب وجوار جنۃ الماوٰی میں پہنچاؤ۔ اس حدیث میں قرآن مجید کی تفسیر بالکل واضح ہو گئی کہ معیت سے مراد جنت میں داخل ہونا ہے نہ نبی بننا۔

سوال قرآن مجید میں ہے نبی کے مبعوث ہونے کے بغیر عذاب نہیں آتا۔

وَمَا کُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰی نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل)

جب تک رسول نہ بھیجیں ہم عذاب نہیں کرتے۔

اور دوسری آیت میں فرمایا قیامت سے پہلے ہم ہر بستی کو ہلاک کریں گے یا عذاب کریں گے پس ثابت ہوا کہ جب عذاب آئے گا تو اس سے پہلے ضرور کوئی رسول آئے گا پس ثابت ہوا کہ نبوت جاری ہے۔

جواب آیت سے تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اگر نبوت و رسالت کا سلسلہ نہ ہوتا تو اللہ تعالٰے عذاب نہ کرتے کیونکہ بغیر حجت قائم کرنے کے عذاب کرنا خدا کی رحمت کے خلاف ہے یہ مطلب نہیں کہ جب عذاب آئے تو اس سے متصل ایک رسول ضرور آئے اصل مقصد بعثت سے چونکہ حجت قائم کرنا ہے پس جب

ایک رسول کی دعوت دنیا میں موجود ہو جس کی بنا پر حجت قائم ہو چکی ہے۔ تو پہلے رسول کی دعوت ہی عذاب کے لئے کافی ہے ہم مانتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے اور قیامت تک کے عام لوگوں کے لئے ہے۔ پس آپ کی آمد سے تمام ان لوگوں پر حجت قائم ہو گئی جہاں جہاں آپ کی دعوت پہنچی عموم دعوت کی ادلہ شروع میں بیان ہو چکی ہیں جب آپ کے آنے سے تمام عالم پر حجت پوری ہو چکی ہے تو عذاب آنے کے لئے کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔

سوال حدیث مسلم

اَنَا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ خاص قسم کے انبیاء مراد ہیں اگر ہر قسم کے انبیاء مراد لئے جائیں گے۔ تو مسجد سے بھی ہر قسم کی مسجدیں مراد لینی پڑیں گی حالانکہ آں حضرت کی مسجد سب مساجد سے آخری مسجد نہیں۔ بلکہ انبیاء کی مساجد سے آخری مسجد ہے۔

جواب اخر المساجد سے مراد یہاں آخر مساجد الانبیاء ہے جیسے اس کی تصریح دوسری روایت میں ہے۔

اَنَا خَاتِمُ الْاَنْبِیَاءِ وَمَسْجِدِیْ خَاتِمُ مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ (۱) میں نبیوں کا خاتم ہوں اور میری مسجد نبیوں کی مسجدوں کے خاتم ہے۔

مسلم کی روایت میں الانبیاء میں اَلْ عوض ہے مضاف الیہ کا یعنی آخر مَسَاجِدِ الْاَنْبِیَاءِ پس یہ حدیث جو مسلم میں ہے اس تفسیر کے مطابق دو وجہ سے ختم نبوت پر دلالت کرتی ہے ایک ایسا لفظ آیا اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ۔ یعنی آخری

(۱) مختصر کنز جلد ۶ ص ۲۵۶۰

نبی ہوں اور دوسری لفظ (وَمَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ) بعد نبوت میری مسجد (انبیاء کی) مسجدوں سے آخری مسجد ہے) ہے کیونکہ جب آپ کے بعد نبوت جاری ہو تو بعد کے نبی بھی مسجدیں بنائیں گے پھر آپ کی مسجد آخری نہ ہوتی جب آپ نے یہ فرمایا میری مسجد آخری ہے تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میرے کوئی نبی نہیں ہوگا۔

سوال ایت ذیل میں پچھلی وحی کا ذکر ہے۔

وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (بقرۃ) (متقی لوگ) پچھلی وحی پر (بھی) یقین کرتے ہیں۔

جواب یہ تفسیر بالرای اور قرآن کی تعریف معنوی ہے۔ آخرۃ کا لفظ دار کی صفت واقعہ ہے جیسے دوسری جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (قرآن) پچھلا گھر ہی اصل زندگی ہے

سوال مائی عائشہ صدیقہ نے فرمایا ہے۔

لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ بَلْ قُوْلُوْا خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ نہ کہو خاتم النبیین کہو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث لا نبی بعدی ٹھیک نہیں ہے۔

جواب اس قول کا حوالہ کسی معتبر کتاب سے دینا چاہیئے کیونکہ غیر معتبر کتابوں میں بعض موضوع و منکر روایات بھی پائی جاتی ہیں اور یہ روایت منکر معلوم ہوتی ہے کیونکہ مائی صاحبہ سے بھی یہ حدیث (لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ) بھی مروی ہے ملاحظہ ہو مسند احمد جب وہ خود اس حدیث کو بیان کر رہے ہوں تو ان کی طرف نفی کی نسبت کرنا کیوں کر درست ہے۔

دوسرا جواب مائی صاحبہ کا یہ مطلب نہیں کہ لا نبی بعدی بیان نہ کرو

بلکہ وہ نبوت کے مفہوم کو واضح کرنا چاہتی ہے کہ ختم نبوت کا یہ مطلب نہیں کہ سابق نبی بھی نہ آئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی نبی کو نئی نبوت نہیں ملے گی جملہ لا نبی بعدی سے بعض وقت ایک شخص غلط فہمی میں مبتلا ہوجاتا ہے وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ یہ حدیث نئے اور پرانے نبی دونوں کی آمد کو روکتی ہے۔ اس غلطی فہمی کو دور کرنے کے لئے یہ تعبیر اختیار کی کہ لا نبی بعدی نہ کہو یعنی یہ نہ سمجھو کہ ہر نبی کی آمد منع ہے بلکہ یہ سمجھو کہ نیا نبی نہیں آسکتا۔ اور پرانا آسکتا ہے اس لئے خاتم النبیین کہو کیونکہ یہ لفظ صرف نئے نبی کی آمد کے منافی ہے اور سابق نبی کی آمد کو نہیں روکتا۔ یہ طریق خطاب (کہ عبارت سے مراد اس کا ظاہری معنے نہیں) ہو بلکہ قرینہ کی بنا پر اور معنے لیا جاتا ہے، ظائع اور شائع ہے اس جگہ مائی صاحبہ سے اس حدیث لا نبی بعدی کا مروی ہونا قوی قرینہ ہے کہ اس عبارت کا ظاہری معنے مراد نہیں بلکہ ختم نبوت کی حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ لفظ استعمال کئے ہیں۔ اس طرز بیان کی مثال (۱)

لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ — در بدر پھرنے والا مسکین نہیں ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت نے در بدر پھرنے والے ایک لقمہ دو لقمہ وصول کرنے والے سے جو مسکنت کی نفی کی ہے اس کا ظاہری معنے مراد نہیں کہ وہ مسکین نہیں بلکہ لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے کہ جو نہیں مانگتا اس کا خیال کرو۔ (۲)

اِنَّمَا الْكَرَمُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ (بخاری) — کرم (سخاوت) صرف مومن کے دل ہیں ہے۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ کرم کا اطلاق طرف مومن کے دل پر ہونا چاہیئے. بلکہ یہ مقصد ہے کہ انگور کو کرم نہ کہو یعنے یہ نہ خیال کرو کہ شراب سے سخاوت پیدا ہوتی ہے بلکہ سخاوت کا منبع مومن کا دل ہے۔

(۳۱)

اِنَّمَا الْمُفْلِسُ الَّذِیْ یُفْلِسُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (بخاری) — مفلس وہی ہے جو قیامت کے روز مفلس ہوگا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کے پاس درہم و دینار ہو وہ مفلس نہیں بلکہ اس کلام کا مقصد ہے کہ آخرت کا خیال رکھو مگر یاد رکھنا چاہیئے عبارت کا ظاہری مفہوم چھوڑ کر دوسرا مفہوم مراد لینے میں قرینے کی ضرورت ہوتی ہے بدوں قرینے کے ظاہری معنے چھوڑنا زندقہ اور الحاد ہے۔

سوال ختم نبوت عقیدہ کفار کا ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔

قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ مِنْ بَعْدِہٖ رَسُوْلًا (مومن) — (ال فرعون سے جو مومن تھا۔ اس قوم کو خطاب کرتے ہوئے کہا ہے) تم نے کہا اللہ یوسف کے بعد کسی کو رسول نہیں بنائے گا۔ ۱۲

جواب اس ایت کا یہ مطلب نہیں کہ وہ یوسف کو تو نبی مانتے تھے. مگر اس کے بعد نبوت کو بند جانتے تھے بلکہ یہ مطلب ہے کہ یوسف کی زندگی میں اس کی نبوت میں شک کرتے رہے اور اس کی وفات کے بعد کسی اور نبی کی نبوت کے بھی قائل نہ رہے یعنے وہ سرے سے نبوت کے قائل ہی نہ تھے۔

فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَکٍّ (اِنَّمَا الْغَرَضُ بَیَانُ اَنَّ تَکْذِیْبَہُمْ لِمُوْسٰی مَضْمُوْمٌ اِلٰی تَکْذِیْبِ یُوْسُفَ — تم شک کرتے رہے (یوسف کی نبوت میں) غرض یہ ہے کہ تم جیسے تم موسیٰ کو جھٹلا رہے ہو اسی طرح تم یوسف کو جھٹلاتے

وَلِهٰذَا خَتَمَ الْاٰیَۃَ بِقَوْلِہٖ کَذٰلِکَ یُضِلُّ اللّٰہُ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ (مومن) رہے اسی واسطے اخری میں فرمایا اسی طرح اللہ اس شخص کو گمراہ کرتا جو مسرف شکی ہو

(۲) ختم نبوت کتب کے ختم کی طرح ہے۔ جیسے ختم کتب قرآن مجید کے نزول سے پہلے کفر کا عقیدہ تھا اور بعد میں کتابوں کے مسلسل آمد کا عقیدہ کفر ہے اسی طرح ختم نبوت کا عقیدہ آنحضرت سے پہلے کفریہ ہے اور بعد میں تسلسل نبوت کا عقیدہ کفر ہے۔ کیونکہ ہر چیز پر اس کے وقت میں ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ مثلاً چربی اور بعض طیبات جو یہود پر حرام تھیں ان کو جائز سمجھنا ان کے لئے کفر جب حلال ہو گئیں، اب ان کو حرام سمجھنا کفر ہے۔

سوال جب انبیاء علیہم کی آمد جاری رہی تو اب سنت اللہ میں کیوں تبدیلی ہوئی حالانکہ قرآن مجید میں ہے۔

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا (بنی اسرائیل) اللہ کی سنت بدلتی نہ دیکھے گا۔

جواب اس آیت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ انبیاء کی آمد باقی ہے یا ان کی اب آمد سنت اللہ میں داخل ہے سنۃ اللہ کی تعیین یا تو نص سے ہو سکتی ہے یا استقرار تام سے قرآن و سنت میں تو کہیں اب نبوت کے تسلسل کا پتہ نہیں چلتا بلکہ اس کے خلاف دلائل موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ انبیاء علیہم میں سنۃ اللہ یہ ہے جب دنیا سن رشد کو پہنچ جائے اور آپس میں ان کے تعلقات والبستہ ہو جائیں۔ قریب ہے کہ وہ ایک خاندان کی طرح سمجھے جاویں پس اس وقت لازمی طور پر ایک ہی رسول کے ذریعہ ایک ہی قانون شریعت بھیج کر قومی تفرقہ کو مٹا دیا جاوے اور جب تک دنیا سن رشد کو نہیں پہنچی اور آپس میں تعلقات والبستہ نہیں بندھے بلکہ مختلف گروہوں اور آبادیوں میں لٹی ہوئی

ہے۔ اس وقت سنۃ اللہ یہ ہے کہ نبوت و رسالت کا تسلسل باقی رہے جیسے نقل سے تسلسل ثابت ہیں اسی طرح عقلی دلیل بھی نبوت کے بارے میں تسلسل ثابت نہیں لہذا تسلسل نبوت کو سنۃ اللہ کہنا نقل اور عقل کے

سوال ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے امام بنایا تو آپ نے فرمایا میری ذریت سے بھی امام بنیں اللہ نے فرمایا میرا عہد ظالمین کو نہیں پہنچ سکتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم کی نسل میں نبوت جاری ہے ورنہ سب کے سب ظالم ٹھہریں گے۔

جواب یہاں امامت کا ذکر ہے نہ نبوت کا اور امامت نسل ابراہیم میں جاری ہے اگر نبوت مراد ہو تو مطلب یہ ہوا کہ جو نبی نہ ہو وہ ظالم ہے امامت کے متعلق تو قرآن مجید نے دعا ذکر کی ہے فرمایا بندے رحمٰن کے یہ دعا کرتے ہیں

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (فرقان) ہم کو متقیوں کے لئے امام بنانا۔

سوال) وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ (عنکبوت) ہم نے ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھی۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے۔

جواب (۱) اگر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت جاری ہے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہو گا کہ کتابوں کی آمد بھی جاری ہے۔

(۲) اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ نبوت و کتاب صرف ابراہیم کی نسل میں رکھی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ کتاب و نبوت ابراہیم کی نسل میں تسلسل رہے گی۔

مرزا غلام احمد صاحب اور ختم نبوت

شروع میں مرزا صاحب بھی جمہور امت کی طرح آنحضرتؐ کو اسی معنے سے خاتم النبیین مانتے تھے کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی چنانچہ ازالہ اوہام میں آیت۔ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے۔ یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔

اور حدیث لا نبی بعدی کے متعلق ایام الصلح اردو صفحہ ۱۴۶ میں اس طرح لکھا ہے حدیث لا نبی بعدی میں بھی لا نفی عام ہے پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور بعد اس کے جو وحی منقطع ہو چکی ہے پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے

اور ایک جگہ لکھتے ہیں ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں (اشتہار ۲ اکتوبر ۱۸۹۱ء)

اور کہتے ہیں مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعوے کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں حمامۃ البشریٰ صفحہ ۷۹

مگر نومبر سنہ ۱۹۰۱ء میں فرماتے ہیں۔

یہ کس قدر لغو اور باطل عقیدہ ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وحی الہٰی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا اور آئندہ قیامت تک اس کی کوئی امید نہیں ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۸۲

مرزا صاحب کے متعلق لاہوری جماعت کا عقیدہ جن کے امیر محمد علی تھے۔

اگر انبیاء کی ایک الگ جماعت ہے جو دنیا کے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہے

تو یقیناً ہمارا احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اسی جماعت کا ایک ممتاز فرد ہے اگر زردشت ایک نبی ــــ اگر بدھ اور کرشن نبی تھے اور اگر حضرت موسیٰ اور حضرت مسیح خدا کی طرف سے نبی ہو کر دنیا میں آئے تو یقیناً احمد ایک نبی ہے کیونکہ جن علامتوں کے ذریعے زردشت اور دیگر انبیاء علیہم السلام کا نبی ہونا ہمیں معلوم ہوا وہ تمام علامتیں مرزا غلام احمد قادیانی فداہ وابی وامی علیہ السلام میں موجود ہیں (مضمون مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور مندرجہ ریویو آف ۱۹۱۰ء صـ ۱۴۷ منقول از قادیانی نبی صـ ۶۷ طبع چہارم۔

(۲) ہم خدا کو شاہد کر کے اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اور اس زمانہ کی ہدایت کے لئے نازل ہوئے۔ آج آپ کی متابعت میں ہی دنیا کی نجات ہے۔ لاہوری جماعت کا اخبار پیغام صلح جلد اول نمبر ۳۵ مورخہ ۷؍ ستمبر ۱۹۱۳ء

مرزا صاحب کے متعلق قادیانی جماعت (جن کے امیر مرزا محمود احمد صاحب ہیں) کا عقیدہ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری کے جواب میں لکھتے ہیں۔

یہ تبدیلی عقیدہ مولوی محمد علی صاحب تین امور کے متعلق بیان کرتے ہیں اول یہ کہ میں نے مسیح موعود کے متعلق خیال فرمایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں دوم یہ کہ آپ ہی آیہ اسمہ احمد کی پیش گوئی مذکورہ قرآن مجید کے مصداق ہیں سوم یہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقائد ہیں لیکن اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ ۱۹۱۴ء یا اس سے تین چار سال پہلے سے میں نے یہ پہلے ہی

م کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ حضرت مسیح

نے یہ عقاید اختیار کئے (آئینہ صداقت صفحہ ۳۵)

حکیم نور الدین صاحب خلیفہ اول کا عقیدہ :- (۲۱)

اسم او اسم مبارک ابن مریم مے نہند ان غلام احمد است و مرزائے قادیان
گر کسے آرد شکے درشان او کافر است جائے او باشد جہنم بے شک و ریب و گمان

یہ رباعی حکیم نور الدین صاحب کی ہے۔ اخبار الحکم بابت ۱۷ اگست ۱۹۰۷ء
میں حکیم صاحب کی طرف سے چھپی تھی۔

لاہوری اور قادیانی جماعت کا اختلاف جو مرزا صاحب کی نبوت میں معروف
ہے وہ خلاف کی رسہ کشی کا پیدا کردہ ہے ورنہ مرزا صاحب نے آخر میں کھلے
طور پر نبوت کا دعوی کیا ہے اور خاتم النبیین کے معنے میں نئی توحید کی ہے۔
مرزا صاحب کو نبی ماننے والے اگرچہ لفظ خاتم النبیین کو مانتے ہیں۔ مگر
جمہور اہل اسلام اور کتاب و سنت کی شہادت سے جو معنے مشہور خاتم النبیین کی
ہیں اس کو تسلیم نہیں کرتے۔

یہ اسی طرح ہے جیسے کہ کلمۃ الحق والے نے لکھا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ
کا معنے جو مشہور ہے (کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) غلط ہے صحیح معنے یہ ہے
کہ ہر معبود اللہ کا عین ہے۔ کلمۃ الحق والے نے بھی بظاہر لا الٰہ الا اللہ کا
اقرار کیا ہے مگر معنے ایسا کیا ہے جس سے مقصد فوت ہو جاتا ہے یہی حال
ان لوگوں کا ہے یہ لوگ بظاہر لفظ کا اقرار کرتے ہیں مگر ایک نئی من
گھڑت تاویل کر کے حقیقت میں انکار کرتے ہیں۔

(لاہوری اور قادیانی گروہ حقیقت میں متفق ہیں ان میں صرف
لفظی نزاع ہے) جس حقیقت کا دعوے مرزا صاحب نے کیا ہے وہ

وحی ایسی ہے۔ جو آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے حاصل ہوتی ہے۔ لاہوری کہتے ہیں کیونکہ وہ وحی جبرائیل نہیں لایا اس لئے یہ وحی ولائت ہے اور قادیانی ایسی وحی کو جس میں عصمت ہو اگرچہ آں حضرت کی متابعت سے ہی حاصل ہو اس کو نبوت سے تعبیر کرتے ہیں لاہوری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی وحی میں شریعت نہیں بلکہ امور تائیدی یعنے پیشگوئیاں ہیں اس واسطے آپ محدث ہیں وہ کہتے ہیں کہ نبی کے لئے نئے احکام لانا کوئی ضروری نہیں۔ پس جو تعلق مرزا صاحب کا اللہ تعالےٰ سے لاہوری فریق مانتا ہے وہی تعلق قادیانی مانتے ہیں لاہوری اس تعلق کو محدثیت سے تعبیر کرتے ہیں اور قادیانی نبوت سے۔ اگر یہ تعلق کو حقیقت میں نبوت نہیں تو اس کو نبوت کہنا ایک لفظی غلطی ہوگی اگر یہ تعلق نبوت ہے تو اس کو محدثیت کہنا ایک لفظی غلطی ہوگی حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہوگا اور مرزا صاحب نے جو اپنے دعویٰ بنیاد اسی وحی کو قرار دیا ہے اگرچہ اس کو قرآن وسنت پر پیش کرنے کی بات بھی کہی ہے مگر اصل بنیاد وحی ہی ہے اگر مسیحیت کا دعوے ہے تو اسی بنا پر اگر مہدی بننے کا ذکر ہے تو اسی وجہ سے اگر مسیح کی وفات کے قائل ہوئے ہیں تو وحی پر اعتماد کرتے ہیں اور اپنے تعلق باللہ نبوت یا محدثیت کہا یا اپنے آپ کو امتی نبی کہا ہے تو اسی وحی کی بنا پر پس حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں۔ صرف لفظی اختلاف ہے حالانکہ اہل سنت سے عقائد کی کتابوں میں یہ مسئلہ درج کیا ہے کہ الہام سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ قادیانیوں نے احادیث اور سلف کی تفاسیر کو مداری کا پٹارا کہا ہے اور لاہوری پارٹی نے ظنی احادیث میں یعنے خبر واحد میں اپنے مجدد کے اقوال

کو فیصلہ کن تسلیم کیا ہے محمد علی امیر لاہوری یا کہتے ہیں کہ محدث شریعت میں لانا والیسے جو وحی وہ پیش کرتا ہے قطعی ہوتی ہے اس سے غلطی کا امکان نہیں ہوتا اس کی وحی میں جبرائیل کا واسطہ نہیں ہوتا کوئی فرشتہ ہوتا ہے بہر کیف جبرائیل کا واسطہ ہو یا نہ اس میں کوئی فرق نہیں پڑھتا جب کہ نوعیت دونوں کی حجت کے اعتبار سے ایک ہی ہو۔

اب ان کی تاویل سنئے

کیونکہ اللہ جل شانہ نے آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صاحب خاتم بنایا یعنے آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔ یعنے آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں (حقیقۃ الوحی صـ ۹۶ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب) اور بغیر شریعت کے نبی ہو نہیں سکتا مگر وحی جو پہلے سے امتی ہے پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی تجلیات الٰہیہ صـ ۲۴ (مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب)

مرزا صاحب نے جو لکھا ہے

(ہم خادم دین اسلام ہیں اور یہی ہمارے آنے کی علت غائی ہے اور نبی اور رسول کے لفظ استعارہ اور مجاز کے رنگ میں ہیں (مرزا صاحب کا مکتوب مرقومہ ۲۰ اگست ۱۸۹۹ء) یہ سب کچھ پہلے کی بات ہے۔ پیچھے

تو انہوں نے صاف لکھا ہے کہ ہمارا دعوٰے ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں دیکھو بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں خدا کے حکم کے موافق ہوں اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہے اور جب حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے۔ تو میں کیوں کر اس سے انکار کر سکتا ہوں میں اس پر قائم ہوں اس وقت جو دنیا سے گذر جاؤں (دیکھو خط حضرت مسیح موعود بہ طرف ایڈیٹر اخبار عام لاہور یہ خط معرفت مسیح موعود نے اپنی وفات سے تین دن پہلے یعنے ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا۔ کلمۃ الفصل مصنفہ بشیر احمد صاحب قادیانی مندرجہ رسالہ ریویو آف ریلیجنز ۱۱ نمبر ۳ جلد ۱۴

باوجود اس کے آں حضرت خاتم النبیین اس معنے سے ہیں کہ آپ کی معرفت نبی بنتے ہیں۔ مگر صرف ایک ہی بنا۔

آں حضرت صلعم کے بعد صرف ایک ہی کا ہونا لازم ہے اور بہت سارے انبیاء سے خدا تعالےٰ کی بہت سی مصلحتوں اور حکمتوں میں رخنہ واقع ہوتا ہے۔ تشحیذ الاذہان قادیان نمبر ۸ جلد ۱۲ ص ۱۱ بابت ماہ اگست ۱۹۱۷ء

مرزا صاحب نے صاحب شریعت ہونے کا دعوٰے کیا

یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے۔ اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے۔ اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی ہے۔ اور ایسا ہی

اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے إِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْأُولَىٰ صُحُفِ إِبْرٰهِيمَ وَمُوسَىٰ
یعنے قرانی تعلیم تورات میں بھی ہے۔ اربعین نمبر ۴ صٓ۶/۸۴ مصنفہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

اسی واسطے اپنے منکر پر فتوے کفر پر لگایا اور اسلام سے خارج کیا۔
خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک وہ شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے ارشاد مرزا غلام احمد قادیانی مندرجہ رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴ صٓ ۲۴ مرتبہ ڈاکٹر عبد الحکیم صاحب منقول از اخبار الفضل مورخہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۵ء

کل جو مسلمان حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ آئینہ صداقت مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان
ہمارا یہ فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالےٰ کے ایک نبی کے منکر ہیں انوار خلافت صٓ ۹۰ مصنفہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان۔

غیر احمدی سے نکاح

احمدی لڑکیوں کے نکاح غیر احمدیوں سے کرنے ناجائز ہیں آئندہ احتیاط کی جایا کرے۔ (ناظر امور عامہ قادیان) اخبار الفضل قادیان جلد نمبر ۲ نمبر ۲۰ مورخہ ۴ فروری ۱۹۱۳ء

(خلاصہ مرام)
مرزا صاحب قادیان نے نبوت کا دعویٰ کیا جو ان کو نبی نہ مانے اس کو کافر دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ ان کے ہاں نہ ان کا جنازہ درست ہے نہ ان کو احمدی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔

دوسری طرف مرزا صاحب کو نہ ماننے والوں کا عقیدہ

اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ از روئے قرآن و احادیث اور اجماع امت اس قسم کا دعوےٰ جو غلام احمد قادیانی نے کیا ہے باطل ہے اس سے ایک الگ امت کی بنیاد پڑتی ہے اسلام میں اس کی کسی صورت میں گنجائش نہیں لہذا ہم کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کفر ہے اور اس کا ماننے والا بھی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ مسئلہ (کہ مرزائی جو مرزا کو نبی مانتے ہیں اور دوسرے مسلمان جو اس قسم کے دعویٰ کی گنجائش اسلام میں نہیں مانتے۔ ہر دو فریق کے نزدیک الگ الگ امت ہیں) جو اتفاقی ہے جس پر مسلمان اور مرزائی دونوں متفق ہیں۔

مرزا صاحب کی ایک عبارت جو استفتاء ضمیمہ حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ صفحہ ۶۴ میں ہے وَسُمِّیْتُ نَبِیًّا مِّنَ اللہِ عَلٰی طَرِیْقِ الْمَجَازِ لَا عَلٰی وَجْہِ الْحَقِیْقَۃِ ترجمہ اور اللہ کی طرف سے میرا نام نبی رکھا گیا مجاز کے طور پر نہ حقیقت کے طور پر) اس عبارت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب نے آخر عمر میں بھی نبی کا لفظ اپنے لئے بطور مجاز کے استعمال کیا ہے نہ حقیقت کے طور پر۔ قادیانی گروہ کی طرف سے جو یہ جواب دیا گیا ہے (کہ نبوت مجازی اور حقیقی دونوں نبوت کی قسمیں ہیں) ٹھیک نہیں کیونکہ

اقسام میں مقسم ایک معنے کے اعتبار سے مشترک ہونا چاہیئے ۔ اگر یہاں مقسم (نبوت) کا ایسا معنے لیا جاوے جو حقیقی معنے اور مجازی معنے (محدثیت) کو بھی شامل ہو تو اس صورت میں نبوت کا معنے لغوی ہوگا نہ۔ اصطلاحی اگر لفظی اشتراک کی بنا پر تقسیم ہو تو حقیقت کی حقیقت اور ہوگی اور مجاز کی اور

دوسری طرف مرزا صاحب اور ان کے حواریوں نے حقیقی نبوت کے لوازمات کو مرزا صاحب کی نبوت پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے یعنے دوسرے مسلمان کافر ہیں اہل کتاب کی طرح ہیں ان کو لڑکی کا رشتہ دینا منع ہے اور نماز جنازہ منع ہے وغیرہ وغیرہ اس دورنگی چال کو کسی صحیح لفظہ نظر پر لانا مشکل بلکہ محال ہے اس واسطے دونوں گروہ اپنی اپنی جگہ مجبور ہیں قادیانی گروہ لفظ مجازی کی تاویل کرتا ہے یعنے غیر مستقل نبوت کو نبوت مجازی ۔ مجاز کے طور پر کہا ہے ورنہ اصل میں وہ حقیقی نبوت ہے جیسے ان کی اور عبارت سے پتہ چلتا ہے جو گذر چکی ہیں اس کی مثال اسی طرح جیسے قرآن کے اطلاق کے متعلق شرح عقاید میں لکھا ہے ۔ کہ قرآن اس لفظی وجود کے لئے بھی حقیقت کے لحاظ سے مستعمل ہے اور مشائخ نے جو یہ لکھا ہے کہ قرآن کا حقیقی مفہوم کلام نفسی ہے اور کلام لفظی پر اطلاق مجازا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اصل کلام نفسی ہے اور کلام نفسی پر اطلاق دال ہونے کی بل پر ہے جو اصل میں مجازی ہے مگر وضع کے اعتبار حقیقی ہے۔

بس قادیانی گروہ کا استدلال ان عبارات سے قوی ہوجاتا ہے جن میں نبوت کے لوازمات کا ذکر کیا ہے ان عبارات کے مقابلہ میں یہ ایک عبارت جو مرزا صاحب کی آخری عمر میں ان سے لرزد ہوئی ہے کچھ حقیقت نہیں رکھتی. لہذا اس کی تاویل کرنی چاہیئے ۔ حالانکہ لاہوری گروہ بھی ایک وقت تک

قادیانوں کے ساتھ اس اعتقاد میں متفق رہا اور خلافت کی رسہ کشی میں الگ
ہوتے اور مرزا صاحب کی عبارات سے جو در اصل مداری کے پٹارہ کی طرح ہر
قسم کی گنجائش رکھتی ہیں ایک عبارت (جو قابل تاویل ہے) کو دستاویز بنا کر
الگ ہوئے یہ کوئی صحیح اور قابل قدر خدمت نہیں۔ ہاں ایک بات ایسی ہے۔ اگر
اس کو لاہوری فریق تسلیم کرے تو ان کی بات کچھ وقعت رکھتی ہے۔
وہ یہ وجہ ہے کہ مرزا صاحب دوسرے مجتہدین کی طرح غلطی بھی کرتے تھے
اور خطا پر اڑے بھی رہتے تھے۔ جیسے ان کی پیش گوئی کی تفسیر و توضیح سے
معلوم ہوتا ہے پس اس بنا مرزا صاحب نے جو مسلمانوں کی تکفیر یا ان سے
رشتہ و ناطہ الگ کرنے یا نماز جنازہ نہ پڑھنے کی باتیں کی ہیں یہ ان کی
اجتہادی غلطیاں ہیں ورنہ حقیقت میں مرزا صاحب کے انکار بلکہ ان
کی تکفیر سے کوئی کافر نہیں ہوتا اور نماز سب مسلمانوں کی درست ہے اور
رشتے ناطے سب جائز ہیں۔
اس کے خلاف مرزا صاحب نے جو لکھا ہے سب غلط اور ردی
کی ٹوکری میں پھینکنے کے قابل ہے اصل دین قرآن و حدیث ہے اور مرزا
صاحب کا درجہ دوسرے ملہمین یا اولیاء اللہ کا ہے ان کو ماننا کوئی ضروری
نہیں نہ ان کے ماننے پر نجات منحصر ہے اور ہم نے بھی ایک مدت تک
جو مرزا صاحب کے ماننے کا ضروری قرار دیا نہ ہماری اجتہادی غلطی
تھی جس کو ہم ترک کر چکے ہیں
پس اس صورت میں ہم لاہوری پارٹی کے دعوے کو حق بجانب
خیال کریں گے اور گفتگو کے میدان میں انہی کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اگرچہ
حقیقت میں دونوں ایک ہی ہیں بعض لاہوری اصحاب اس غلط فہمی

میں مبتلا ہیں کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کے انکار سے تو انسان کافر نہیں ہوتا مگر ان کو کافر کہنے ہیں کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ کسی مسلمان کو اگر کوئی کافر کہے تو وہ خود کافر ہو جاتا ہے پس جو مسلمان مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں اس حدیث کے رو سے ہم ان کو کافر کہتے ہیں اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے۔ کہ اس حدیث کا نہ صحیح محمل سمجھا۔ نہ کفر کا مفہوم معلوم کیا۔ حدیث کا صحیح محمل محدثین نے بتایا ہے۔ کہ کسی مسلمان کو مسلمان سمجھتا ہوا کافر کہے تو اس پر یہ فتویٰ چسپاں ہوتا ہے مگر دوسرے مسلمان مرزا صاحب کو ان کے ان دعاوی کی بنا پر کافر کہتے جن میں بعض دعاوی کو آپ لوگ بھی کفر خیال کرتے ہیں مرزا صاحب کو مسلمان سمجھ کر غصہ کی حالت گالی گلوچ کی شکل میں کافر نہیں کہتے امام بخاری نے اپنی کتاب میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کسی تاویل کی بنا پر کافر کہے تو کافر نہیں ہوتا آگے اس کی سند میں حدیث لائے ہیں کہ حضرت عمر نے حاطب صحابی بدری کو منافق واجب القتل کہا مگر حضرت عمر اس سے کافر نہیں ہوئے۔ اسی طرح جو شخص کسی بزرگ یا ولی اللہ کو اس ... بنا پر کافر کہے کہ اس ولی بزرگ کی طرف سے اس کو ایسا کلمہ کلام پہنچا ہے۔ جس کو وہ کفر سمجھتا ہے خواہ اس بزرگ نے وہ کلام نہ کہا ہو یا کہا ہو مگر حقیقت کے اعتبار سے کفر کا کلام نہ ہو اس نے اس کلام سے کفر سمجھا ہو تو غلط فہمی کی بنا پر اس کو کافر کہنے والے کو کافر نہیں کہہ سکتے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ جس بزرگ کے ایمان کی شہادت کتاب وسنت میں تواتر کے ساتھ پائی جاتی ہو ایک شخص اس تواتر کے مقابلہ میں اس کو کافر کہتا ہو تو اس کے کفر میں بحث ہو سکتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اس حدیث میں کفر سے مراد اس کا حقیقی نہیں۔ بلکہ اس جملہ کُفْرٌ دُوْنَ کُفْرٍ) میں جو کفر کا معنے ہے وہی یہاں مراد ہے یعنے گناہ نہ کفر حقیقی جس سے انسان ملت سے خارج ہو جاتا ہے۔

پس لاہوری پارٹی جو مرزا صاحب کو کافر کہنے والوں کے متعلق اس حدیث کے رو سے کفر فتویٰ صادر کرتے ہیں غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ ان کو اس مسئلہ میں نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ یہ بحث تو بوت بدیں کے قبول کرنے کرنے پر کفر عدم کفر بھی جس سے دوامت کی بنیاد پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی مرزا صاحب کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں امور امتیازیہ ہیں جن کی بنا پر ماننے والوں پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے جس کی بنا ایک متواتر اور ضروریات کے انکار پر ہے اس قسم کا کفر اگرچہ اہل قبلہ شیعی و سنی و خوارج وغیرہ بھی ایک دوسرے پر چسپاں کرتے ہیں۔ مگر قدیم فرقوں کی تکفیر اور مرزائی اور غیر مرزائی کی تکفیر میں فرق ہے پہلی تکفیر سے دوامت کی بنیاد نہیں پڑتی دوسری قسم سے دوامت کی بنیاد پڑتی ہے کیونکہ قدیم فرقوں کے نزدیک مرجع دلائل صرف قرآن وحدیث ہے۔ باقی صرف مبلغ ہیں اگرچہ بعض ان کی شان میں بعض وقت غلو کر جاتے ہیں۔ بخلاف اس نئے فرقہ کے ان کے ہاں مرجع صرف مرزا صاحب کے اقوال ہیں قرآن وحدیث تو ان کے نزدیک جیسے وہ کہتے ہیں۔ مداری کے پٹارا کی طرح ہیں معاذ اللہ پس اس لئے ان کے کفر اور دوسرے فرق کے کفر میں فرق ہے۔ اس کتاب میں چونکہ بحث ختم نبوت کے

عقیدہ سے ہے اس واسطے اس میں دوسرے امور سے پہلو تہی کی جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ اللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ

نَاشِر

ابو النعمان بشیر احمد متعلم میرپوری ساکن ٹربن بمعاونت مولانا عبداللہ میرپوری

ملنے کا پتہ: حافظ محمد صاحب گوندلوی آبادی حاکم رائے گلی حسن شاہ گوجرانوالہ

دوسرا پتہ:۔ ابو النعمان بشیر احمد میرپوری آبادی حاکم رائے مدرسہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

(یہ کتاب مندرجہ ذیل مقامات سے مل سکتی ہے)

(۱) خواجہ حافظ محمد قاسم مدرس مدرسہ دار الحدیث جہلم

(۲) مولوی محمد علی مسلم لکڑ منڈی لائل پور۔

(۳) مولوی محمد امین مدرس مدرسہ اہلحدیث گہلن ہٹھاڑ
تحصیل چونیاں ضلع لاہور۔

(۴) ابوالحسن حافظ محمد میاں ناصر و حافظ عطاء الرحمٰن
بازار کلاں حافظ بک ڈپو سیپرور ضلع سیالکوٹ۔

(۵) حافظ فتح محمد غلہ منڈی جامع مسجد اہلحدیث تاندلیانوالہ ضلع لائلپور

(۱) اثبات التوحید اس میں پادری عبدالحق کی کتاب توحید فی التثلیث کا مکمل رد ہے قیمت ۶ر آنے

(۲) الاصلاح حصہ اول اس میں تقلید کے بارے میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اسمیں محققین حنفیہ اور محققین اہلحدیث دونوں متفق ہیں جو تقلید جائز ہے اسکو دونوں فریق جائز سمجھتے ہیں اور جو منع ہے اسکو دونوں فریق منع سمجھتے ہیں قیمت عہر

(۳) الاصلاح حصہ دوئم اس میں بدعت پر مکمل بحث ہے اور جواز فاتحہ علی الاطعام کا پورا جواب اور مکمل رد ہے قیمت عہ ر

(۴) صلوٰۃ مسنونہ جس میں نماز از روئے حدیث مذکور ہے پیچھے نظام اوقات سالانہ مذکور ہے قیمت ۶ ر

(۵) اسلام کی پہلی کتاب جس میں عقائد اور اخلاق کا ذکر ہے قیمت ۸ر

۶ اسلام کی دوسری کتاب جس میں اصول فقہ اور عقائد کا ذکر ہے قیمت ۴ ر

خوشخبری

محترم جناب حافظ محمد صاحب کی مایہ ناز تصانیف مثلاً فاتحہ خلف الامام بہت جلد چھپ کر مندرجہ ذیل پتہ سے مل سکے گی۔ یاد رہے کہ فاتحہ خلف الامام اس سے قبل نہیں چھپی کتاب ضخیم ہو گی ہم حافظ صاحب کی بڑی بڑی تصانیف کے طبع کرانے کا ارادہ رکھتے ہیں مثلاً شرح مشکوٰۃ عربی ہدیہ اہلحدیث کا عربی حاشیہ وغیرہ اگر آپ اس کام میں ہمارا ہاتھ بٹائیں تو اہلحدیث کا نام روشن ہو سکتا ہے۔

ملنے کا پتہ

ابو النعمان بشیر احمد میر پوری مدرسہ جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ

دارالکتابت

میں

حسب منشاء اعلیٰ قسم کی کتابت

کیجاتی ہے

(مہتمم عبدالغفور نشتر [illegible])

الہ آباد۔ ڈاکخانہ نظام آباد۔ ضلع گوجرانوالہ پنجاب

قیمت:۔ دس آنے (۱۰/)

(دیسٹ پنجاب پرنٹنگ پریس)